

پیش لفظ

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ مرحوم کا مشرقی کتب خانہ اپنے نوادرات کے لحاظ سے دنیا کے قیمتی کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں دکھنی اُردو کے اکثر ایسے مخطوطات بھی محفوظ ہیں جو دنیا کے کسی اور کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں انکی اشاعت سے بارھویں صدی عیسوی سے لیکر سولھویں صدی عیسوی تک ہندوستان کی لسانی تحریکوں اور تہذیبی مضمرات پر گہری روشنی پڑ سکتی ہے۔

۱۹۳۵ء میں جبکہ ولی دکھنی کا دو صد سالہ یادگاری جشن منایا گیا تھا نواب سالار جنگ مرحوم نے محسوس فرمایا کہ دکھنی اُردو کے ان نوادرات کو شائع کیا جائے، اس غرض کے لئے اپنی سرپرستی میں ایک کمیٹی "مجلسِ اشاعتِ دکھنی مخطوطات" قایم فرماکر اس اہم کام کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ اس مجلس کے زیر اہتمام نواب صاحب کے انتقال تک حسب ذیل کتب شائع کی گئیں:-

(۱) کلیات محمد قلی قطب شاہ

(۲) کلیات شاہ سراج اورنگ آبادی

(۳) مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (ملّا غواصی)

(۴) طوطی نامہ (ملّا غواصی)

(۵) کلام الملوک (شاہان بہمنی، قطب شاہی و عادل شاہی کا کلام)

(۶) پھول بن (ابن نشاطی)

(۷) قصۂ بے نظیر (صنعتی بیجاپوری)

ان کتابوں کی اشاعت سے اردو کے معلّمین اور علماء کی دسترس میں بہت سا نیا مواد پہنچ گیا جس کا عام طور پر اعتراف بھی کیا گیا اور ان میں سے اکثر کتابیں ہندوستانی جامعات کے اردو کے نصاب میں شریک کی گئیں۔

نواب سالار جنگ کے انتقال کے بعد مجلس اشاعتِ دکھنی مخطوطات کا کام ملتوی ہو گیا اور جو کتابیں زیر طبع تھیں ان کی تکمیل بھی نہ ہو سکی۔

سنہ ۱۹۵۴ء میں سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی نے محسوس کیا کہ دکھنی مخطوطات کی اشاعت کا کام جاری رہنا ضروری ہے تاکہ جو کام نامکمل رہ گیا تھا اس کی تکمیل ہو جائے اور اور مزید کتب طبع ہو کر عوام کے استفادہ کے لئے منظر عام پر آ جائیں۔ علاوہ ازیں عوام کو ان کتابوں سے وسیع تر استفادہ کے مواقع بہم پہنچانے کی خاطر کمیٹی نے یہ طے کیا کہ

ان کتابوں کو دیوناگری رسم خط میں بھی شائع کیا جائے اور حکومت ہند سے خواہش کی جائے کہ اس کام کی تکمیل کے لئے مناسب عطیہ منظور فرمائے، چنانچہ حسبہٗ حکومت ہند کے ملاحظہ کے لئے ایک تحریک روانہ کی گئی۔ اس اثناء میں ڈاکٹر بی رام کرشنا راؤ صاحب سابق چیف منسٹر حیدرآباد نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اس خصوص میں دکھنی پرکاشن سمیتی کے تعاون سے ایک جائینٹ بورڈ قایم کیا جائے جو ان کتابوں کی دونوں رسم خط میں طباعت سے متعلق مناسب طریقہ پر نگرانی کرے۔

بنا برآں راقم کی صدارت میں ایک جائینٹ بورڈ قایم کیا گیا جس میں نواب اعظم جنگ بہادر اور پروفیسر حسین علی خاں مرحوم بھی شریک تھے اور ڈاکٹر ویملا واگھرے (شریمتی ویملا دن) معتمد تھیں۔ بحالت موجودہ جائینٹ بورڈ کے اراکین کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ مسٹر ایل۔ این گپتا

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۳۔ پروفیسر عبدالقادر سروری

۴۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی

۵۔ پنڈت ونشی دھر ودیالنکار

۶۔ مسٹر سید محمد

۷۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی

۸ - مسٹر میر سعادت علی

۹ - ڈاکٹر راج کشور پانڈے

۱۰ - مسٹر گوپال راؤ اپسنگھی کر

۱۱ - مسٹر خواجہ حمید الدین شاہد

۱۲ - مسٹر محمد عبدالوہاب معتمد و خازن اعزازی

۱۳ - مسٹر سرینواس لاہوٹی شریک معتمد

حکومت ہند سے پانچہزار روپیہ کا عطیہ منظور فرمایا اور حکومت حیدرآباد کیجانب سے دو ہزار پانچسو روپیہ بتوسط دکھنی پرکاشن سمیتی وصول ہوئے اور دو ہزار پانچ روپیہ سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی نے منظور کئے۔ اس طرح دس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے طباعت کا کام آغاز ہوا ہے اور زیر بحث کتاب بھی اسی سرمایہ سے طبع ہوئی ہے۔ توقع ہے کہ ارکان جائنٹ بورڈ کے تعاون سے اس مہتم بالشان کام کی تکمیل ہوگی اور آئندہ مزید رقوم کی منظوری کے بعد زیادہ سے زیادہ کتابیں طبع ہوتی جائیں گی فقط

مہدی نواز جنگ

مُقدّمہ

تاریخی جائزہ | بہمنی بادشاہوں نے جہاں اپنی سلطنت میں توسیع کی اور مقبوضہ علاقوں میں بہتر انتظامات کی کوششیں کیں وہیں علم و ادب سے بھی کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔ بعض بادشاہ جو خود عالم تھے انھوں نے علم اور علما کی قدردانی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی مثلاً محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) کے دور میں فضل اللہ انجو شیراز سے آئے اور صدرِ جہاں کے معزز عہدے پر فائز ہوے۔ ان کے ساتھ اور بہت سے علما ایران سے یہاں آئے اور حضرت حافظ شیرازؔ کو بھی دکن آنے کی دعوت دی گئی اور بہمنی دربار سے آپ کے لیے زادِ راہ بھی بھیجا گیا لیکن حضرتِ حافظ نے معذرت چاہی اور شکریہ کے طور پر ایک غزل بھیجی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد | بہ مئے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد
چو حافظ در قناعت کوش واز دنیائے دوں بگزر | کہ یک جو منّت دوناں بہ صد من زر نمی ارزد

اس کے صلے میں سیّد محمّد قاسم مشہدی کے ذریعے دربار بہمنی سے ایک ہزار اشرفی خواجہ حافظ کو بھیجی گئیں۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ - ۱۴۲۲) کے عہد میں جہاں اور

بہت سے علما وصوفیا تشریف لائے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے بھی گلبرگہ میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنے فیضِ باطن وظاہر سے عوام کو مستفید کرنا شروع کیا۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲-۱۴۳۵) کے دور میں شیخ آذری اسفرائن سے آئے اور حکم شاہی کی بناپر "بہمن نامہ" تصنیف کیا ان کی واپسی پر ملّا نظری نے اس کی تکمیل کی۔ ملک التجار خواجہ محمود گاواں بھی اسی زمانے میں آئے ان کے ساتھ بہت سے علما تھے اور بیدر میں جو ۱۴۲۹ء میں پایۂ تخت بن چکا تھا اپنا مشہورِ عالم مدرسہ قائم کیا (۸۷۶ھ) اور درس وتدریس کے لیے علما کو دعوت دے کر طلب کیا۔ محمود گاواں کی علم دوستی اور فیاضی کا شہرہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے کانوں تک پہنچا اور انھوں نے محمود گاواں کی شان میں ایک قصیدہ لکھا لیکن اس کے قتل نے ($\frac{\text{۸۸۶ھ}}{\text{۱۴۸۱ء}}$) عوام کو بدظن کردیا۔ سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں۔ جوں توں محمود شاہ نے ۳۷ سال امورِ سلطنت انجام دیئے لیکن سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اور جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں آخر ۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور یہ پانچ حصّوں میں بٹ گئی۔

گولکنڈہ (قطب شاہی)، بیجاپور (عادل شاہی)، احمدنگر (نظام شاہی)، بیدر (برید شاہی) اور برار (عماد شاہی)۔

لیکن آخری دو سلطنتیں طویل عرصے تک نہ رہ سکیں بلکہ برار، احمد نگر میں اور بیدر بیجاپور میں شامل ہو گیا۔ احمد نگر کے ابتدائی دور میں علما کا ورود ہوتا رہا لیکن اس سلطنت کے حالات کبھی پُرسکون نہ رہے بیرونی خطرات کے علاوہ اندرونی خلفشار بھی بہت زیادہ تھا اس لیے اکثر علمانے ہمسایہ سلطنت بیجاپور کا رُخ کیا۔

عادل شاہی سلطنت

یوسف عادل خاں نے ۸۹۵/۱۴۹۰ء تا ۹۱۶/۱۵۱۱ء اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور اپنے صوبے کے مستقر بیجاپور کو اپنی سلطنتِ عادل شاہی کا پایہ تخت بنایا۔ یوسف عادل خاں سوائی خواجہ محمود گاواں کا منہ بولا بیٹا تھا اور اس تعلق سے عادل خاں صاحبِ سیف بھی تھا اور صاحبِ قلم بھی۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ (۹۱۶/۱۵۱۱ تا ۹۴۱/۱۵۳۴) تخت نشین ہوا۔ یہ ہر دو بادشاہ فارسی کے قادر الکلام شاعر گزرے ہیں۔ ابراہیم عادل شاہ اول (۹۴۱/۱۵۳۴ - ۹۶۵/۱۵۵۷) اور پھر اس کا بیٹا علی عادل شاہِ اوّل تخت نشین ہوے اور ان کے دور میں بھی بہت سے شعرا مورخ اور علما ایران سے آتے اور شاہی سرپرستی سے فیض یاب ہوتے رہے انھیں کے دَور میں نظام شاہی سلطنت کے علمانے بھی بیجاپور کا رُخ کیا چنانچہ ملّا محمد رضائی مشہدی، شاہ نواز خاں اور محمد قاسم فرشتہ علی عادل شاہ اوّل کے دربار میں آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸/۱۵۷۹ - ۱۰۳۷/۱۶۲۸) صرف دس سال کی

عمر میں تخت نشین ہوا لیکن اس کی تربیت چاند بی بی جیسی مدبر اور زمانہ شناس خاتون کے ہاتھوں ہوئی اور اس نے اپنے عہد میں علماء و فضلا کو اس طرح اپنے دربار میں جمع کرلیا کہ اس پر یہ شعر صادق آنے لگا۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں　　　مردم و مرغ و مور گرد آیند

وہ فنونِ لطیفہ کا بے حد دلدادہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ متولیانِ ریاست نے اس کو لہو ولعب میں ڈالنے کی نیّت سے تربیت دی ہو لیکن اپنے فطری ذوق کی بنا پر اس نے ان فنون میں خصوصاً، موسیقی، خطاطی اور تعمیر میں بڑا نام پیدا کیا۔ اس کی کتاب "نورس" اور اس پر ملّا نورالدین ظہوری کے مقدمہ "سہ نثر" نے عالمگیر مقبولیت حاصل کی۔ اس کے دربار میں فارسی کے شعرا کی کثرت تھی لیکن دکھنی زبان کے ادیب اور شعرا بھی قدم آگے بڑھا رہے تھے۔ لیکن اس کے لڑکے محمّد عادل شاہ ($\frac{۱۰۳۷}{۱۶۲۸}$ تا $\frac{۱۰۶۷}{۱۶۵۶}$) کے دور میں دکھنی شعرا نے بعض ایسے کارنامے منظرِ عام پر لائے اور دکھنی زبان کا پلّہ اتنا اونچا کردیا کہ فارسی کے اساتذۂ سخن نے اپنی زبان کو چھوڑ کر دکھنی زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ سلطان محمد عادل شاہ کا دور اس لحاظ سے کافی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے دربار میں فارسی اور دکھنی کے بڑے بڑے شعرا موجود تھے شعرا میں ملا ملک قمی، حکیم محمد امین آتشی، مرزا محمد مقیم رضوی مقیمی، عبدل، شوقی صنعتی

ملک خوشنود، رستمی، دولت اور نصرتی نے کافی شہرت پائی اور اپنے گرانقدر کارنامے چھوڑے۔ مورخین میں میر محمد قاسم فرشتہ تھا جس نے اپنی مشہور تاریخ "نورس نامہ" ۱۰۱۵ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم سے لکھی جو تاریخِ فرشتہ کے نام سے شہرت حاصل کر چکی ہے۔ فرزدنی استرآبادی نے ۱۰۵۰ھ میں "فتوحات عادل شاہ" لکھی ۱۰۵۴ھ میں اس میں اضافہ کیا گیا۔ اس کا ایک نسخہ جو کبھی نواب ارکاٹ کے کتب خانے کی زینت تھا اب برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ ابراہیم زبیری نے "بساتین السلاطین" لکھی اور قاضی سید نوراللہ نے "تاریخِ علی عادل شاہ" مرتب کی۔ ملّا محمد ظہور ابن ملّا نورالدین ظہوری نے "محمد نامہ" نظم کیا اور مرزا رفیع الدین حسین شیرازی نے "احوال سلاطین دکن" قلمبند کئے۔ خان بابا ملا محمد حسین نے محمد عادل شاہ کے عہد میں اس کی تکمیل کی۔ "انور نامہ" محمد اسمٰعیل ابجدی کی تصنیف اسی عہد کی یادگار ہے۔

مقیمی کے حالات

حکیم مرزا محمد مقیم رضوی مشہدی کے حالات بہت کم تاریخوں میں ملتے ہیں۔ اس کی خود کوئی ایسی تصنیف نہیں مل سکی جس میں اس نے اپنے بھی کچھ حالات بیان کئے ہوں۔ دکھنی ادب پر مختصر سا تبصرہ "اردوئے قدیم" میں کیا گیا اور اس کے بعد ڈاکٹر زور کی تصنیف "اردو شہ پارے" شائع ہوئی۔ "یورپ میں دکھنی مخطوطات" لکھتے وقت ہاشمی صاحب نے اسی کو ماخذ بنایا۔

اس طرح مقیمی کے حالات تاریکی میں ہیں اور ان میں بہت کم معلومات دی گئی ہیں۔ اس دور کے مورخین نے تاریخی کتابوں میں شعرا کے تفصیلی حالات لکھنا غیر ضروری اور اپنے موضوع سے خارج سمجھا البتہ ایسے شعرا کا ذکر آجاتا ہے جنھوں نے سفارتی فرائض انجام دیئے۔

مقیمی کے والد

مقیمی کے والد کا ذکر صاحب "برہان مآثر" نے صرف دو تین مقامات پر کیا ہے اور اسی کی ایک تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقیمی کے والد کا نام میر محمد رضا رضوی مشہدی تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

"چوں عادل شاہ از حرکت موکب جہاں پناہ (یعنی نظام شاہ) آگاہ شد حضرت سیادت پناہ، نجابت و ہدایت دستگاہ، زبدہ اولاد مرتضوی میر محمد رضا رضوی مشہدی را بہ رسم رسالت و حجابت بہ درگاہ فلک اشتباہ فرستاد کہ اگر در خاطر اشرف انور غباری از وہ گرزی عادل شاہ بودہ باشد در رفع آں کوشیدہ اصلاح ذات البین نصب العین سازد" ص ۴۱۷۔

باپ اور بیٹے دونوں کے تعلق سے ص ۵۰۴ پر یہ تحریر ہے۔

"از جملہ سادات صحیح النسب سیادت و نقابت پناہ، نجابت و ہدایت دستگاہ میرزا محمد مقیم ابن سیادت و نقابت پناہ نجابت و ہدایت دستگاہ شحنۃ السادات

وانقیاء العظام میر محمد رضا رضوی مشہدی بر دیگراں سبقت جستہ سخنانِ موثر بعجز عرض رسانید تا ذات اقدس و اعلیٰ (نظام شاہ) فتح آں عزیمت فرمودہ بر عجزہ و زیرہ دستاں مہربان گردید۔"

تیسرا اقتباس "برہان مآثر" ص ۵۵۷ سے حسب ذیل ہے۔

"چوں و لا مولانا عنایت مد مہم وکالت و امور سلطنت استقلال یافت اکثر ارکانِ دولت داعیان حضرت خصوصاً غریباں (یعنی غیر ملکی ایران اور ترکستان سے آئے ہوئے لوگ) را مثل قاسم بیگ و حکیم مصری و مرزا محمد تقی و امین الملک و حبیب خاں و شاہ رفیع الدین حسین و میرزا محمد مقیم رضوی و دیگراں گرفتہ بقلاع و حصون دور دست فرستاد۔"

میر محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ

"مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے علی عادل شاہ کے مطالبہ پر اپنے دو خواجہ سراؤں کو بھیجا ان میں ایک بڑے خواجہ سرا نے موقع پا کر علی عادل کا کام تمام کر دیا پنجشنبہ ۲۳ صفر ۹۸۸ھ کو بادشاہ نے رحلت کی اس کی تاریخ "ظلم دید" سے نکلتی ہے۔ ملا رضائی مشہدی نے علی عادل کی وفات کا مرثیہ موزوں کیا۔" "تاریخ فرشتہ" جلد چہارم اردو ایڈیشن ص ۸۶

ان اقتباسات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مقیمی کے والد ملا رضائی ۹۸۸ھ

میں بیجاپور میں موجود تھے۔ "برہان آثر" ۱۰۳۸ھ میں تکمیل پائی اس وقت ابراہیم عادل شاہ ثانی کو انتقال کیے ایک سال گزر چکا تھا اور محمد عادل شاہ سریر آرائے سلطنت تھا۔ ڈاکٹر زور نے لکھا ہے کہ قزوینی استر آبادی نے جب اپنی تاریخ ختم کی ہے تو یہ تقریباً نوجوان تھا لیکن اس پہ اس تاریخ میں اس کا ذکر ہے اور اس میں مقیمی کو عالم نہیں تو اچھا شاعر ضرور بتلایا گیا ہے۔ پیرزادہ غلام محی الدین نے اپنی کتاب "احوال سلاطین بیجاپور" میں مقیمی کی شاعری کی بہت کچھ تعریف و توصیف کی ہے اس کی ترتیب کے وقت یہ بلند پایہ شعرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے فارسی دیوان نے ادبی حیثیت سے بہت شہرت حاصل کر لی تھی۔

ابراہیم زبیری صاحب "بساتین السلاطین" نے حکیم آتشی کے ذکر کے بعد مرزا محمد مقیم کے متعلق لکھا ہے "باستقامت طبع مستقیم در اقسام شعر روشناس ہفت اقلیم و در معنی طرازی و لفظ پردازی بے عدیل و سہیم رتبہ سخن سنجش انداں بالاتر است کہ باندازہ توصیف تواں دست براں یافت۔ از نم چشمہ زار دواب آب حیات در کام تغسندہ لبان چشم حیوان می چکاند۔ در شکستہ نویسی زلف دلاویز خوباں را ریختہ قلم خود می داند خورشید جہاں تاب از خط شعاعی بہ جدول کشی دیوانش فرود آوردہ و سپہر دوار گنجینہ جواہر انجم را بہ کلک گوہر نگار او سپردہ۔"



کہ جوں نازماتی وو چندر بدن — نکل آئی اس دیو پوجا کن
دیکت اس پری کوں دیوانے ولے — پڑیا دوڑ کر جا وو قدماں تلے
ہوا مست جب دیکھ گرنے لگیا — پکڑ پانوں پانوں سوں پڑنے لگیا



محمد عادل شاہ

تذکرہ نگاروں نے مقیمی کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ نواب صدیق حسین خاں نے اپنے تذکرہ "بہار گلشن مسمی بہ نگارستانِ سخن" میں مقیم تخلص رکھنے والے سات شاعروں کے نام دیئے ہیں۔ ایک کا تخلص مقیما ہے ایک کا مقیمائی اور ایک کا مقیمی۔ ان دس شعرا میں سات ایرانی نژاد ہیں اور تین ہندوستانی، صرف ایک مقیم استرآبادی کا ہے اور کوئی مشہدی نہیں۔ ہم اس تذکرے سے کچھ زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہر شاعر کے متعلق کہیں آدھی سطر لکھی ہے اور کہیں ایک سطر۔ تواریخ کا بھی کہیں ذکر نہیں اور نمونہ کلام میں صرف ایک شعر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

مرزا محمد مقیم سلمی کا ایک دیوان خمسہ خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے یہ دیوان نہایت خوش خط ہے ہر صفحے میں تین کالم کر کے ہر کالم میں آٹھ شعر ترچھے لکھے گئے ہیں اور کالموں اور حاشیوں کی لکیریں مطلا ہیں دیوان کی ابتدا میں قصائد ہیں اس کے بعد غزلیات، ترجیع بند، رباعیات و قطعات۔ مخزن الاسرار کے طرز پر ایک مثنوی ہے جس کا ابتدائی شعر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ تیغِ سیہ تاب نیام حکیم

اس مثنوی کے بعد ساقی نامہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

الٰہی بہ تسبیح مژگانِ تر ۔ بسیرابی لعل کانِ جگر

ساقی نامے کے ختم پر ایک۔ مثنوی یوسف زلیخا ہے جو ۲۱۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس کا پہلا شعر ہے۔

خداوندا غمِ مرد آزما دِہ ❊ کلیدِ گنجِ حکمت را بہ ما دِہ

اور آخر میں "مصنفہ و کاتبہ مرزا محمد مقیم سلمی" کے الفاظ تحریر ہیں۔ خط انتہا نفیس اور پاکیزہ ہے گویا ہر سطر سلکِ مروارید ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ چندر بدن و مہیار ہی کا مصنف مقیمی ہے جس کا ذکر ہم کرتے آرہے ہیں۔ اس کے چند اسباب و وجوہ حسب ذیل ہیں۔

دیوان کی ابتدا قصائد سے ہوتی ہے اس میں ایسے کئی قصائد ہیں جو محمد عادل شاہ کی مدح میں لکھے گئے ہیں۔ بعض اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

چہ یابد نرگسِ بیمار از نیضِ ہوا صحت ❊ دہد سلطان محمد شاہ غازی را خدا صحت

ایک قصیدے کا عنوان ہے مدح سلطان محمد عادل شاہ اور مطلع ہے۔

فروغِ شعلۂ ایمن فتد از دیدۂ موسا ❊ اگر ساقی کشتی بر قع ز روئے شیشۂ صہبا

ایک اور قصیدے کا مطلع اور اس کا دوسرا شعر ہے۔

بحرِ طبعم چوں بہ مدحِ شہ گہر زا می شود ❊ بے کلیدِ سعی قفلِ خاطرم وا می شود

شاہِ عادل خسرو غازی محمد بادشاہ ❊ خاکِ راہش سرمۂ چشمِ مسیحا می شود

تخلص کے ساتھ ایک قصیدے کے دو شعر یہ ہیں۔

بزورِ ناخنِ مدحت مقیم بکشاید — بہ رشتۂ نفسش گر فتد ہزار گرہ
سپہر مرتبہ سلطان محمد غازی — کہ بود بر تن خصمش خود چو تار گرہ

ایک قصیدے میں اپنا تخلص سلمی بھی استعمال کرتا ہے۔

کشتۂ فیضِ تو سلمی سر فراز — پادشاہی را بہ درباں دادہ

ایک قصیدے کے چار شعر حسب ذیل ہیں۔

جمشیدِ روزگار محمد کہ سکہ اش — چوں آفتاب بر سرِ شاہاں رواں بود
از دستِ حادثات زمانم نجات دہ — شاہا مقیم بندۂ ایں آستاں بود
تا آسماں بہ دورِ زمیں چرخ می زند — بر روئے تختِ خسروِ صاحب قراں بود
گیرد بہ زیرِ سایۂ چترش فلک قرار — عمرش چو عمرِ خضر نبی جاوداں بود

اور کئی قصائد اور ترجیع بند محمد عادل شاہ اور علی عادل شاہ کی مدح میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تاریخی قطعات بھی ہیں سب سے کم تاریخ کا قطعہ جو اس دیوان میں ملتا ہے وہ ۱۰۴۷ھ کا ہے جو علی عادل شاہ کی پیدائش کے موقع پر کہا گیا ہے جس کا شعر ہے۔

بگفتا کہ گردید دورِ فلک
بکامِ شہنشاہِ روئے زمیں
۱۰۴۷ھ

اس کے بعد سنہ ۱۰۴۸ھ اور سنہ ۱۰۴۹ھ کا بھی ایک ایک قطعہ ہے سنہ ۱۰۵۰ھ میں محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر یہ قطعہ کہا ہے۔

خسروِ غازی محمد شاہ شد — برمرادِ ہر دو عالم کامیاب
ہر طرف چوں باد می گشتم مقیم — وز پئے تاریخ می کردم حساب
سال ایں عقدِ گرامی گفت دل — ماہ آمد در کنار آفتاب
۱۰۵۰ھ

خان محمد وزیر السلطنت تھا علی عادل شاہ نے اس کو قتل کروا دیا۔ مرزا محمد مقیم نے اس قتل پر تاریخی قطعہ کہا۔ اس قطعہ سے سیاسی حالات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

شبی خان محمد بخوابِ من آمد — تبسم کناں گفت دیدی چہ دیدیم
ندیدیم از ہیچکس روئے یاری — فراز و نشیبِ جہاں را نہ دیدیم
چو تیغِ قضا پیکرِ ما بخوں شست — ازیں دیو مردم چو آہو رمیدیم
بگو سالِ تاریخ مارا کزیں دام — بہ بالِ ہمائے شہادت پریدیم
۱۰۶۷ھ

ایک اور تاریخ بھی ہے جس کا شعر ہے

سالِ تاریخ کشتنش سلمی — از چمن زود رفتہ ریحاں گفت
۱۰۶۷ھ

ان قطعات سے پتہ چلتا ہے کہ خان محمد اور مقیم میں اچھے تعلقات تھے اور

یہ واقعہ ہے کہ علی عادل شاہ نے اپنی نادانی اور ناتجربہ کاری سے خان محمد کو دربار کے کہنے پر قتل کروا دیا چنانچہ دوسرے شعرا نے بھی اس کی ہمنوائی کی ہے اور "آہ خان محمد شہید" اور "دغا داوند" سے ۱۰۶۸ھ تاریخ نکالی ہے۔

ایک ترجیع بند سید ابوالحسن کی مدح میں بھی ہے جو اعیان سلطنت سے تھا جس کا شعر ہے۔

آنکہ مہرش چو جاں انیس تن است   نائب مصطفیٰ ابوالحسن است

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں مرزا محمد مقیم مقیم کے دو دیوان ہیں لیکن یہ شاعر دسویں صدی ہجری کا ہے اور دیوان کی کتابت بھی قریب قریب اسی دور کی ہے اور یہ مقیم شیرازی ہے۔

ان حالات کی روشنی میں مرزا محمد مقیم سلمی مقیمی کے متعلق یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ استرآبادی نہیں بلکہ مشہدی ہے میر محمد رضا رضوی (ملا رضائی) اس کے والد کا نام ہے ان دونوں نے اپنے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی بدولت عوام میں نمایاں مقام حاصل کیا تھا اور ابراہیم عادل شاہ اور سلطان محمد عادل شاہ کے دور حکومت میں نظام شاہی اور قطب شاہی درباروں میں سفارت کے فرائض انجام دیئے اور بعض لڑائیوں میں سلطان محمد عادل شاہ کے ہم رکاب رہا اور اس کے بعد علی عادل شاہ

(١٠٦٧/١٦٥٦ تا ١٠٨٣/١٦٧٢) کے دربار میں بھی ممتاز مقام رکھتا تھا۔

ایک اور تاریخ "گلدستۂ بیجاپور" ہے جس کو خواجہ میر احمد علی خاں نے نواب دلیر جنگ حاکم بلدہ شاہ نور (بیجاپور دکن) کی فرمائش پر ١٢٧٧/١٨٦٠ میں فارسی میں لکھایہ کتاب طبع ہو چکی ہے لیکن کمیاب ہے ١٢٧٩ھ میں دلیر جنگ کے بیٹے ابو القاسم خاں نے اسی کتاب کا ترجمہ خود مصنف ہی سے کروایا اس میں سلطان محمد عادل شاہ کے بیٹے علی عادل شاہ کے دور کے حالات تفصیل سے دیئے ہیں۔ اس میں نصرتی کو ملک الشعرا بتلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ آتشی، مقیمی، دولت اور شاہ نور اللہ فارسی کے علاوہ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ہندی سے مراد دکھنی زبان ہے۔ اس کا اقتباس حسبِ ذیل ہے۔

"دوسرے عمدہ اکابران دہر استادِ زماں سید نور اللہ خلف استاد العلما سید محمد علی جو باوجود تحصیلات علوم معقول و منقول کے حقیقت سے اہلِ سخن کے بھی کماحقہ، آگاہی رکھتے تھے اور اشعار آبدار بھی گاہ گاہ فرمایا کرتے تھے جو نتائجِ طبع سے ان کے "تاریخ عادل شاہی" ہے زبانِ فارسی سے تاریخ اس شہریار عالی تبار کی لکھے ہیں تیسرے حکیم آتشی کہ فکر بلند اس کی رتبہ سنج طارم اعلیٰ کی تھی چوتھا مرزا مقیم کہ معنی طرازی و لفظ پردازی میں عدیل و سہیم نہیں رکھتا تھا پانچواں دولت شاہ جو اورنگ نشین

کشور سخنوری کا تھا اور ملا نصرتی شاعر ہندی گو تھا شاہ نور اللہ و مرزا مقیم و مرزا دولت شاہ و حکیم آتشی اکثر فارسی گو تھے اور ہندی شعر بھی کہتے تھے اور سوائے انہوں کے بہت شعرا فارسی گو اور ہندی بھی تھے چنانچہ ان میں سے ہاشمی تھا کہ احسن القصص کو زبان ہندی سے شعر پردازی کر کے داد سخن کا دیا ہے۔ اور رسالہ "نجات نامہ" بھی نتائج طبع سے اس کے ہے اور عبد اللطیف اور عبد النبی اکثر قصائد بہ فصاحت و بلاغت تمام زبان فارسی سے کہے ہیں الغرض اسی شہریار عالی تبار کے عصر میں بیجاپور معمور تھا اور شعرا و فضلا و زہدا و صلحا و اولیا جمیع اہل فنون بارگاہ سلطنت میں اس کے حاضر تھے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیمی نے فارسی کے ساتھ ساتھ دکھنی زبان میں بھی شاعری کی چنانچہ اسی کے ایک معاصر امین نے اپنی مثنوی "بہرام و حسن بانو" میں قصہ لکھنے کا سبب یہ بتلایا ہے کہ مقیمی کی طرح میں بھی کوئی قصہ لکھوں چنانچہ کہتا ہے کہ

یکایک مرے دل پہ آیا خیال   قصہ یک کہوں میں مقیمی مثال

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقیمی اور اس کے قصے کی شہرت بہت عام ہو گئی تھی اور دکھنی زبان کی اس مقبولیت کو دیکھ کر فارسی کے بڑے بڑے شعرا اس زبان میں شعر کہہ رہے تھے چنانچہ جب امین نے اس قصے کو نا مکمل

رکھ کر انتقال کیا تو بیجاپور کے ایک صوفی منش بزرگ مرزا دولت شاہ دولت نے اس کی تکمیل کی کہتے ہیں۔

ہوئے بیت صد چار اور اک ہزار بیاں اس کا دولت کیا آشکار
امین نے جو ناقص رکھا تھا اوسے کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

ڈاکٹر زور نے اس کی تکمیل کا سن ۱۰۴۸ھ بتلایا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ امین کی مثنوی کا سن ہو۔ ہاشمی صاحب نے اپنی کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں مثنوی کے یہ دو شعر دئے ہیں۔

سنہ اک ہزار اور پنجاہ میں جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضلِ الٰہی کیا میں نظم بتاریخ چہارم کیتا ختم

اس طرح یہ کتاب ۱۰۵۰ھ میں مکمل ہوئی۔

ڈاکٹر زور نے "حدیقۃ السلاطین" (سوانح عبداللہ قطب شاہ) میں مقیم کا تذکرہ ہونا بیان کیا ہے "حدیقۃ السلاطین" کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"مصطفےٰ خاں پیشوائے عادل شاہ بخدمت آصف خاں رفتہ سخن صلح درمیاں آوردہ پیشکش سابق را قبول نمودہ بودہ ہر روز فرامین تاکید اعلیٰ حضرت شاہ جہاں بہ آصف خاں بہ جہت تسخیر بیجاپور میرسید و ملا محمد مقیم کہ در بیجاپور بہ حجابت رفتہ بود

اخبارِ آنجا را بخدمت ملازمان بارگاہ گیتی پناہ (عبداللہ قطب شاہ) اعلام می نمود۔"

یہ واقعہ ۱۰۴۱ھ کا ہے جبکہ شاہ جہاں کے حکم سے آصف خاں نے بیجاپور کا محاصرہ کیا تھا۔ اگر برہان مآثر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کی تخت نشینی سے قبل جو بدنظمیاں اور خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوئی تھی اس وقت بھی اور اس سے پہلے بھی بہت سے علماء و فضلا احمد نگر سے بیجاپور اور گولکنڈہ آرہے تھے ملا محمد رضائی کا ذکر احمد نگر کے تعلق سے بھی ملتا ہے اس کا امکان ہے کہ ملا رضائی بیجاپور آئے ہوں اور اس کے بعد بیجاپور سے گولکنڈہ گئے ہوں۔ مذہب امامیہ کے تعلق سے ملا رضائی اور ملا محمد مقیم کا جو مرتبہ صاحب برہان مآثر نے بتلایا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ گولکنڈے کے دربار میں اہلِ تشیع حضرات کا جو مقام رہا اس سے تاریخ داں حضرات ناواقف نہیں ہیں اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں جب تک تاریخی مواد نہ ملے کوئی قطعیت نہیں دی جاسکتی۔

پیدائش

مقیمی کے متعلق مندرجہ بالا حالات اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ وہ ایران سے نہیں آیا بلکہ یہیں پیدا ہوا اس لیے کہ علی عادل شاہ اول کی وفات (۹۸۸ھ) پر ملا رضائی مرثیہ لکھتے ہیں گویا انھوں نے مستقل طور پر

بیجاپور کا قیام اختیار کر لیا تھا۔ "برہان مآثر" میں ان کا ذکر آتا ہے کہ یہ نظام شاہی دربار میں بھی رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے بھی رہے ہوں گے ممکن ہے کہ یہ ۹۷۵ھ اور ۹۸۰ھ کے درمیان ایران سے آئے ہوں یا اس سے قبل۔ اس لحاظ سے مقیمی کی عمر اگر اس کا ایران سے آنا فرض کر لیا جائے تو ۱۰۳۵ھ میں یعنی جبکہ غواصی نے "سیف الملوک بدیع الجمال" لکھی ساٹھ سال سے بھی تجاوز کر جائے گی مگر مقیمی کے فارسی دیوان میں ۱۰۶۷ھ کا قطعہ تاریخ موجود ہے اور اس کے بعد اس نے متفرقات، "ساقی نامہ" اور "یوسف زلیخا" لکھی جس کیلئے کافی وقت اور فرصت کی ضرورت تھی۔

ہمارے اس خیال کی تائید کے لیے ایک اور دلیل ہے۔ ڈاکٹر زور صاحب نے لکھا ہے کہ قزوینی نے مقیمی کے متعلق جوان کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس نے اپنی تاریخ ۱۰۵۰ھ میں ختم کی ہے اس لحاظ سے مقیمی کی عمر اس وقت کم از کم تیس[۳] اور چالیس کے درمیان ہونا چاہئے۔ میر محمد قاسم فرشتہ نے اپنی کتاب ۱۰۱۵ھ میں ختم کی وہ ملا رضائی کا ذکر تو کرتا ہے لیکن مقیمی کا کہیں ذکر نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مقیمی یا تو پیدا نہ ہوا ہو گا یا اگر پیدا ہوا ہو تو اس کا بچپن ہو گا۔ "برہان مآثر" جو ۱۰۳۸ھ میں

تکمیل پائی اس میں مقیمی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بڑا عالم بن چکا ہے لیکن اپنے والد کے ساتھ سفارتی فرائض انجام دے رہا ہے بادشاہ نے اس اہم خدمت پر تنہا بھیجنا مناسب نہ سمجھا اس طرح اس کی عمر اس وقت کم و بیش پچیس سال ہونا چاہئے۔

اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ ۱۰۰۰ھ اور ۱۰۱۵ھ کے درمیان بیجاپور ہی میں پیدا ہوا اور ۱۰۷۵ھ اور ۱۰۸۰ھ کے درمیان وفات پائی۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اُردو شہ پارے میں مقیمی کے تذکرہ پر پانچ اعتراضات کئے ہیں۔

۱۔ اس کا تخلص مقیم آیا ہے مقیمی کہیں نہیں۔ اس کا جواب "تذکرۂ بہار گلشن" ہے کہ اس میں سات ایسے شعرا ہیں جن کا تخلص مقیم ہے ڈاکٹر صاحب کی نظر سے کس مقیم کا دیوان گزرا ہے نہیں کہا جاسکتا۔ کتب خانہ سالار جنگ میں بھی دو دیوانِ مقیم موجود ہیں لیکن یہ دسویں صدی ہجری کے محررہ ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس نے فارسی میں مقیم اور سلمی اور دکنی میں مقیمی تخلص اختیار کیا ہو جیسا کہ اس دَور میں رواج تھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چندر بدن کی تکمیل ۱۰۴۸ھ کے قبل ہوئی ہے اور

ان ہی ایام میں مرزا مقیم بھی یہیں موجود تھا اور کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے مقیم کو چندر بدن مہیار کا مصنف سمجھا جا سکے۔

ہماری اوپر کی بحث سے یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ یہیں پیدا ہوا۔ عمر کا بہت بڑا حصہ یہیں بیجاپور، گولکنڈہ اور احمد نگر کے شہروں میں گزارا۔ گولکنڈہ اور احمد نگر میں اس کا قیام بہت ہی مختصر رہا یعنی صرف سفارتی اغراض کے تحت اور پھر واپس بیجاپور چلا آیا۔ جو واقعہ اس نے نظم کیا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کے اپنے دور کا ایک حقیقی واقعہ ہے۔ تاریخ اور تذکروں میں کوئی اور شاعر مقیمی تخلص رکھنے والا نہیں پایا جاتا اور مقیمی نے مرزا محمد مقیم مقیمی کے نام سے شہرت پائی۔

دوسرا سبب امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کا شعر جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ تیسرے خود مقیمی نے اپنا تخلص کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ مثلاً

مہر دے مقیمی زباں پر صفا   ز نعت محمد نبی مصطفےٰ

ختم ہے مقیمی بہ نعت نبی   توں کر یاد اب چار یاروں کوں بی

مقیمی پرت سوںچ انکڑیا ہوں میں   پرت کے کمند بیچ سپڑیا ہوں میں

مقیمی بچن کا ترنگ سار توں   بسر کاں چلیا ہے توں مہیار کوں

شرح سٹ مقیمی پرت پیار کا   قصہ کہہ توں پورا سو مہیار کا

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ قصہ چندر بدن کا تعلق بیجاپور سے تھا مگر کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے مقیمی کو بیجاپوری قرار دیا جائے۔

اس اعتراض کا ارتفاع ان اقتباسات سے ہوتا ہے جنھیں ہم نے اوپر دیا ہے۔

چوتھا اعتراض اہم اور ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ "ایسے دور میں جبکہ خود ہندوستان کے رہنے والے دکھنی زبان میں تصنیف و تالیف کرنا عار سمجھتے تھے تو ایک ایرانی اس کی طرف کیوں کر مائل ہوا ہوگا"

اگر عادل شاہی دور کی تاریخوں کا مطالعہ بالاستیعاب کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایران سے آنے والے شعرا نے بھی دکھنی میں لکھنے کی کوشش کی چہ جائے کہ مقیمی جو خود بیجاپور میں پیدا ہُوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد قلی قطب شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دکن کے نامی گرامی بادشاہ ہیں ان کے درباروں میں پچاسوں علما موجود ہیں ان کی زبان فارسی ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے دکھنی میں شعر کہے اور دکھنی کو اپنے دور میں ایک علمی اور اعلیٰ زبان کا مرتبہ دینے کی کوشش کی۔

ابراہیم زبیری بساتین السلاطین میں لکھتے ہیں۔

"در عہدِ ہمایونش سخنورانِ فارسی گو چند فردِ نادرِ روزگار بودند اما چوں طبع

ہمایون بادشاہ اکثر میل بجانب لغت خاص خویش یعنی زبان دکنی داشت بر طبق الناس علیٰ دینِ ملوکہم شعرائے ہندی گو بسیار از خاک بیجاپور برخواستہ اند خانہ بخانہ ہنگامۂ شعر گوئی تازہ گرم داشتہ اند۔"

اس طرح دکھنی زبان میں شعر کہنے کو فارسی شعرا عار سمجھنے کی بجائے عزت افزائی کا باعث خیال کر رہے تھے چنانچہ تاریخ علی عادل شاہ میں ایسے شعرا کے نام دیئے ہیں جو ایرانی اور ایرانی نژاد تھے لیکن دکھنی میں بھی شعر کہتے تھے آتشی، مقیم، دولت اور شاہ نور اللہ۔ عبدالقادر نورسی، عبدالنبی اور عبداللطیف وغیرہ۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ "مرزا مقیم بالکل نووارد ایرانی شاعر تھا دکھنی زبان میں اس کو اتنی مہارت حاصل نہیں ہو سکتی"۔

اس کا ارتفاع ہمارے ان دلائل سے ہو جاتا ہے جو ہم نے اس کے بیجاپور میں پیدا ہونے کے متعلق دیئے ہیں۔ اگر ہم اس کو غلط بھی تسلیم کریں تو خود دکھنی زبان نے اتنی وسعت اور ہمہ گیری اختیار کر لی تھی کہ چھوٹے سے بڑے تک کو اس زبان میں گفتگو کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ جب اس کے بعد کے دور میں انگریز (ایک غیر زبان جاننے والے) ہندوستان آئے اور انھوں نے اردو میں شاعری کی تو مقیمی جیسے قادر الکلام شاعر اور عالم سے کیا یہ بعید ہو سکتا تھا کہ

وہ دکھنی زبان میں شعر کہنا مشکل سمجھے۔

ان حالات کے پیش نظر ہمارا یہ خیال ہے کہ مرزا محمد مقیم نے فارسی میں اپنا تخلص مقیم استعمال کیا تو دکھنی میں مقیمی۔ یہی چندر بدن و مہیار کا مصنف ہے اور اسی نے اس قصّے کو سب سے پہلے ادبی شکل دی۔ اس زمانے میں یہ قصہ ہر کہہ و مہہ کی زبان پر تھا۔ اس نے قصّے میں دلکشی پائی اور تھوڑی سی رنگ آمیزی کے ساتھ اس کو نظم کر دیا۔

مقیمی کی تصانیف مقیمی کی تصانیف میں ڈاکٹر زور نے اُردو شہ پارے میں فارسی دیوان کا ذکر کیا ہے۔ دوسری کتاب چندر بدن و مہیار (مثنوی) ہے اور تیسری سو مہار کی کہانی۔ اوّل الذکر کتاب کے متعلق ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ دوسری تصنیف پر ہم آگے تفصیلی بحث کر رہے ہیں البتہ تیسری تصنیف "سو مہار کی کہانی" پر ہم اپنا خیال ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔

اس کا ذکر ہمیں سب سے پہلے "دکن میں اُردو" میں اور پھر پروفیسر سروری کے ایک مضمون میں، جو ہندستانی جولائی ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا ملتا ہے۔ دونوں فاضل حضرات کا ماخذ ایک ہی ہے یعنی اسپرنگر کا کیٹلاگ۔ ہمارا خیال ہے کہ "سو جہار کی کہانی" اس کی کوئی مثنوی نہیں ہو سکتی۔ اسپرنگر کو مغالطہ ہوا ہے

۳۳۰ شعر کی یہ مثنوی اصل میں "چندر بدن و مہیار" ہی ہے یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر ٹائیٹل وغیرہ نہ ہو یا نسخہ پہ کہیں نام لکھا ہوا موجود نہ ہو اور اسپر نگر نے ذیل کا شعر پڑھ کر اس کو "سو مہار کی کہانی" سے موسوم کیا ہو۔

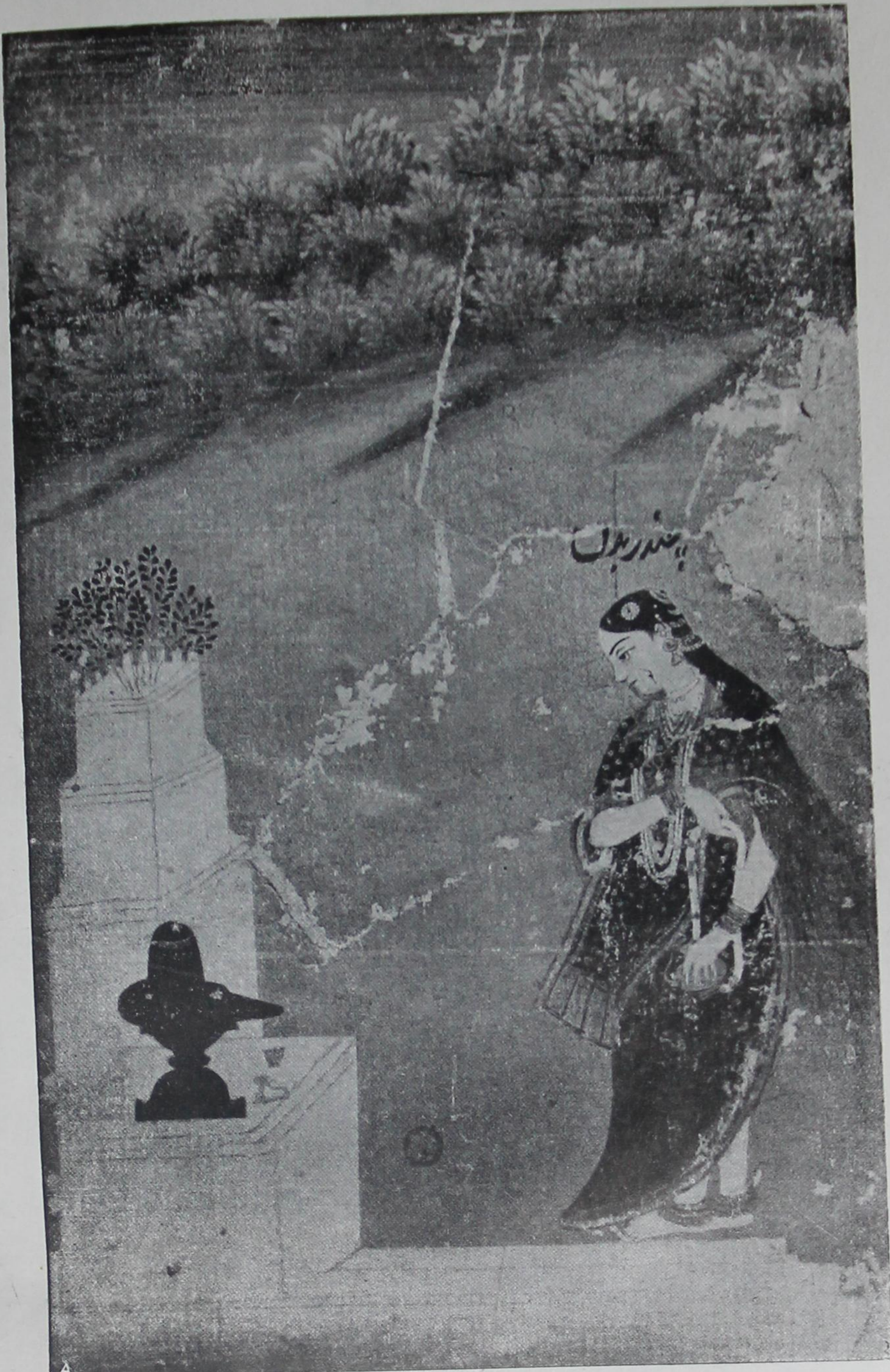
شرح ست مقیمی پرت پیار کا قصہ کہو تو پورا "سو مہیار" کا

قدیم نسخوں میں کتابت میں مہیار واضح نہیں ہے بلکہ مہار ہی پڑھا جاتا ہے اس طرح "سو" کو "مہیار" سے ملا کر اسپر نگر نے مثنوی "چندر بدن" کا نام "سو مہار" رکھ دیا۔

اسپر نگر کے نسخے میں (۳۳۰) اشعار ہیں اتفاقاً ادارہ ادبیات اُردو کے چندر بدن و مہیار کے نسخے میں ۳۲۵ اشعار ہیں اور ہاشمی صاحب کے نسخے سے (جواب موصوف کے پاس نہیں رہا) مقابلے کے بعد آخری صفحے کے اشعار کچھ بڑھ جاتے ہیں اور یہ تعداد (۳۳۵) ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی "سو مہار کی کہانی" کوئی الگ کہانی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے مرتبہ نسخے میں اشعار کی تعداد زیادہ ہے اس لیے کہ کتب خانۂ نواب سالار جنگ بہادر میں جو نسخہ موجود ہے اس میں اشعار کی تعداد زیادہ ہے اور اس کی ترتیب کے وقت ہم نے حسبِ ذیل کتب خانے کے نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔



علی عادل شاہ ثانی



گرب نازماتی وو پھرتی آتھی
کہ اس دیوپوجا وو کرتی آتھی

۱۔ کتب خانہ ادارہ ادبیات اُردو ۔ (دو نسخے)

۲۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۳۔ کتب خانہ آصفیہ (دو نسخے ہیں)

۴۔ کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ہند (علی گڈھ) فہرست میں دو نسخے ہیں لیکن صرف ایک ہی مل سکا۔

ان نسخوں میں کتب خانہ آصفیہ کا ایک نسخہ اچھے اور ذی استعداد کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دیگر تین نسخے بلحاظ کتابت کچھ زیادہ فرق نہیں رکھتے البتہ چوتھا نسخہ یعنی علی گڈھ کا نہایت زِشت خط اور کم سواد کاتب کا لکھا ہوا ہے۔ سالار جنگ کے نسخے میں اشعار کی تعداد جو بڑھ گئی ہے اس سے شُبہ ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اشعار الحاقی ہیں۔ اس کا سنہ کتابت ۱۱۵۷ھ ہے اور ادارہ، کتب خانہ آصفیہ اور انجمن (علی گڈھ) کے نسخے اس سے قدیم معلوم ہوتے ہیں۔

مقیمی کے معاصرین

حکیم محمد امین آتشی اس دَور کا بڑا فارسی گو شاعر تھا۔ اس کی تین تصانیف کا پتہ چلا ہے۔

۱۔ محبت نامہ ۲۔ مجمر انوار اور ۳۔ قصۂ چندر بدن و مہیار ۴۔ مجموعہ قصائد

اوّل الذکر دونوں کتابیں کتب خانہ نواب سالار جنگ میں موجود ہیں اور تیسری کتاب کا حال معلوم نہ ہو سکا بلکہ صرف دیگر شعرا نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بلبل نے اپنے قصّے کی بنیاد آتشی ہی کے قصّے پر رکھی ہے وہ کہتا ہے۔

حریر ہندوی پر کر توں تصویر — لباس پارسی ہے پائے زنجیر
مبارک باد دے آ عقل محکوں — کہے کر فارسی کی نقل مجکوں
ہوا بلبل اوپر اس تے ضرورت — دکھانا فرس کی ہندی میں صورت
کہن تاریخ عشق آتش آباد — کیا یوں آتشی قصّے کی بنیاد

کتب خانہ ادارہ ادبیات اُردو میں بلبل کا نسخہ موجود ہے اور اس کی کتابت کاغذ اور روشنائی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل کا ہونا چاہئے لیکن یہ لحاظ زبان مقیمی کے بعد کا شاعر ہے۔

آتشی نے اپنی ان طویل اور ضخیم مثنویوں میں اپنے دَور کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک مقام پہ وہ اپنے فنِ طب اور شعر پہ نازاں ہے کہتا ہے۔

در سخن دارم یدِ بیضا بدست — بحر جوشانم منِ ایزد پرست
در طبابت بو علی سینا شدم — او کہ باشد من بہ از دریا شدم

خستہ در ایران و من ایراں نژاد   در دکن او را علاج آرم بیاد

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کے علما و فضلا اپنے وطن میں روزی حاصل نہ کر سکے اور تلاشِ معیشت میں دکن کا رُخ کیا۔ "محبت نامہ" بہت ضخیم اور طویل مثنوی ہے اس نے اس کے خاتمے پر یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کو بیجاپور آکر ۲۹ سال کا عرصہ گزرا۔ اس کے باپ کا نام شمس الدین عبدالملک تھا اور دادا کا کمال الدین حسین۔ دونوں اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور حاذق طبیب تھے۔ دادا نے حج و زیارت کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کی لیکن کچھ دن بعد شیراز آ گئے اور شمس الدین عبدالملک شیراز ہی میں پیدا ہوئے۔ حکیم محمد امین آتشی کی ولادت بھی شیراز میں ہوئی اور وہ تلاش معیشت میں سرگرداں رہے اور شیراز کو خیرباد کہہ کر لار گئے لیکن پھر واپس ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ آتشی نے والد کے انتقال کے بعد ہندوستان کا رُخ کیا اور بیجاپور پہنچ کر دربارِ عادل شاہی میں ملازمت اختیار کی۔

سلطان محمد عادل شاہ کی تعریف میں اس نے ایک طویل مثنوی لکھی ہے۔ یہ "محبت نامے" میں شامل ہے اس کا انتخاب مقیمی کے دَور کے حالات کو سمجھنے میں مدد دے گا اور خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔

در ثنائے سلطان محمد بادشاہ

خسرو عادل شہ و تسلیم گیر
در میانِ سرکشاں مہرِ منیر

داور و دیں پرور و انجم سپاہ
حق طلب سلطاں محمد بادشاہ

رحمۃ للعالمیں از نامِ او
نامِ او راحت دِہ ایامِ او

پادشاہِ دورہا دورانِ اوست
تاجِ شاہی زیبِ ایوانِ اوست

انتخابِ المعدلت یک نامِ او
امتیاز المرحمت ایامِ او

خسروِ تختِ دکن سلطانِ دیں
آفتابِ زینتِ روئے زمیں

دودمانِ عدل را خورشیدِ اوست
بلکہ دنیا را گلِ امید اوست

گوہرِ یکتائے تاجِ سلطنت
اخترِ والائے برجِ معدلت

علمِ او افزوں زِ افلاطوں بود
از سکندر جاہِ او افزوں بود

در شریعت خانۂ ردّ و قبول
می نماید ہم فروع و ہم اصول

در طبابت بوعلی سینا بود
بلکہ او چوں قطرہ شہ دریا بود

موسیقی را می دہد ایجادِ نو
می برد از جملہ استاداں گرو

اس سے آگے ایک مقام پر اس نے کچھ اپنے بارے میں خیالات کا اظہار کیا ہے

کہتا ہے۔

بندہ را در چاکری پیری رسید | فصلِ خوابِ راحت و سیری رسید

خم فزا شد قامتِ چوں تیرِ من | شد بروں از شست من زہ گیرِ من

دست و پائی طاقتم از کار رفت | روز پا بست و سر دیوار رفت

چوں کمانِ بے زہم در روزگار | قبضۂ عمرم بر آمد از حصار

شد دو سال اکنون کہ تنخواہ مرا | دفترِ قسمت نمی سازد ادا

خانۂ دارم پُر از فرزند و زن | جملہ را بارِ طلب بر دوشِ من

می شود ہر دم فزوں خرچم بزور | دخل می گیرد ازیں سودا بدور

جنگ و آشوب و جفائے قرض خواہ | بستہ پا دارد مرا زیں بارگاہ

شاد شو، تا شاد گردد عالمی | زانکہ زخمِ سلطنت را مرہمی

ما بہ تو شاد و تو از خود شاد باش | مملکت را حکمراں بنیاد باش

اس کی مثنویوں کی طوالت کا اندازہ اس سے ہو سکے گا کہ ۱۰" × ۱۵" کے ایک صفحہ پر دو کالم میں پچیس پچیس سطری مسطر پر لکھی گئی ہے یعنی ہر صفحے میں پچاس شعر ہیں اور ہر مثنوی تقریباً ڈھائی سو صفحے سے بھی زائد ضخامت رکھتی ہے۔ پہلی مثنوی "محبت نامہ" جس سے کچھ اشعار اوپر دیئے گئے ۱۰۶۷ھ میں تحریر ہوئی اور مجمع الانوار ۱۰۶۸ھ میں "محبت نامہ" صرف

دو مہینے کی مدت میں لکھا گیا اور مجمرِ انوار کا بھی ممکن ہے کہ یہی حال ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ مخطوطہ آتشی ہی کی ملک تھا اس لیے کہ بعض بعض مقامات پر ایک ایک شعر کا اضافہ بھی کر دیا ہے اور ایک جگہ اس نے جو عبارت لکھی ہے اس میں ضمیرِ متکلم استعمال کی ہے۔ کتاب کے خاتمے کے دو اشعار مزید روشنی ڈالتے ہیں ؎

این کتابِ نام دار است کرد　　　در دو ماہِ دیگراں آمد بگرد

مثنوی در شب نوشتن مشکل است　　　دیدہ را آزار دادن مشکل است

ہم نے یہاں آتشی کے حالات کسی قدر تفصیل سے دیے ہیں اس لیے کہ کسی مورخ یا تذکرہ نگار نے آتشی کے متعلق پہلے تو لکھا ہی نہیں اور اگر لکھا بھی تو بہت کم چونکہ وہ مقیمی کا ساتھی تھا اس لیے اس کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس کی صلاحیتوں کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت نظامی گنجوی کی "مخزنِ اسرار" مقبولِ عالم اور مطبوعِ خلائق ہو چکی تھی۔ کئی شاعروں نے اس پر حاشیے چڑھائے اور اس کے جواب لکھے۔ مجمرِ انوار بھی مخزنِ اسرار کا جواب ہے اور آتشی کی قابلیت پر دال۔

چوتھی کتاب "مجموعہ قصائد" ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے اس میں پہلا قصیدہ حمد میں ہے دوسرا نعت اور باقی حضرت علیؑ کی منقبت میں ہیں۔

مقیمی کے معاصرین میں ہر علم وفن کے لوگ موجود تھے۔ چنانچہ موٴرخوں میں ابوالقاسم فرشتہ تھا گو اس نے اپنی تاریخ مکمل کر لی تھی۔ فزونی استر آبادی نے "فتوحاتِ عادل شاہی" ۱۰۵۱ھ میں لکھی اور ۱۰۵۴ھ میں مکمل ہوئی۔ ابراہیم زبیری نے "بساتین السلاطین" لکھی۔ قاضی سید نور اللہ نے "تاریخ علی عادل شاہ" مرتب کی اور ملا محمد ظہور فرزند ملا نور الدین ظہوری ترشیزی نے "محمد نامے" کے نام سے محمد عادل شاہ کے دور کے واقعات کو نظم کیا۔ رفیع الدین حسین شیرازی نے "احوال سلاطین دکن" لکھی اور خان بابا ملا محمد حسین نے محمد عادل شاہ کے عہد میں اس کی تکمیل کی۔ محمد اسمٰعیل ابجدی نے "انور نامہ" لکھا۔

فارسی گو شعرا میں ملا ملک قمی نے "مخزن اسرار" نظامی کا جواب لکھا۔ عبد اللطیف، عبد القادر نورسی اور عبد النبی فارسی کے مشہور شعرا تھے دکھنی زبان میں لکھنے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں اس لیے کہ گھر گھر شعر و سخن کے چرچے تھے۔ تاہم اسی دور میں امین نے "بہرام و حُسن بانو" ۱۰۴۸ھ میں لکھی جس کی تکمیل دولت نے ۱۰۵۰ھ میں کی۔ کمال خاں رستمی نے اُردو ادب کی بہت طویل اور ضخیم مثنوی "خاور نامہ" ۱۰۵۹ھ میں لکھی۔ ملک خوشنود اصل میں گولکنڈہ کا شاعر تھا جو شہزادی خدیجہ بانو کے ہمراہ بیجاپور بھیجا گیا تھا۔ اس کی

شاعری کے جوہر نہیں کھلے۔ اس نے حضرت امیر خسروؔ دہلوی کی "ہشت بہشت" کا ۱۰۵۶ھ میں دکھنی میں ترجمہ کیا۔ ملک الشعرا نصرتی مقیمی کے آخری دور میں کافی مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔ اس نے "گلشنِ عشق" (قصہ کنور منوہر و مدمالتی) ۱۰۶۸ھ میں "علی نامہ" (۱۰۷۶ھ) میں اور "تاریخ اسکندری" ۱۰۸۳ھ میں لکھی اس نے قصاید بھی کہے اور غزلیات بھی۔ محمد باقر آگاہ مدراسی نے "گلزار عشق" کے دیباچے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ "قصیدہ گوئی میں نصرتی سودا سے بھی بڑھ جاتا ہے" اگر مولانا شبلی "علی نامہ" میں اس کی رزم نگاری کے مرقعے دیکھتے تو انیس کو اردو میں رزم نگاری کے باوا آدم نہ ٹھیراتے۔

حضرت امین الدین اعلیٰ حضرت برہان الدین جانم کے فرزند تھے تصوف میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت برہان الدین جانم نے بھی تصوف پر کئی رسالے لکھے ہیں جن میں "ارشاد نامہ" نے کافی مقبولیت حاصل کی۔ حضرتِ اعلیٰ نے بھی "محبت نامہ"۔ "گفتار شاہ امین" اور "گنجِ مخفی" کے علاوہ کئی ایسے رسالے لکھے جن کا مقصد اپنے معتقدوں اور مریدوں کی رہنمائی تھا۔

شاہ ملک نے ایک کتاب "احکام الصلوٰۃ" لکھی جس کا دوسرا نام "شریعت نامہ" ہے۔ ہاشمی اور مرزا اس دور کے دو بڑے مشہور مرثیہ گو ہوئے ہیں، طبعی نے اپنی مثنوی

"بہرام و گل اندام" ۱۰۸۱ھ میں تکمیل کی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے شعرا اور نثر نگار تھے جنھوں نے اس دور کو جو تاریخی اعتبار سے جنگ و جدال اور غارت گری و قتال کا ہے بہت اہم بنا دیا۔ ان کے حالات "اُردوئے قدیم" "اُردو شہ پارے" "یورپ میں دکھنی مخطوطات" اور "دکن میں اُردو" میں مختصراً مل جاتے ہیں۔

غرض مقیمی نے بیجاپور میں نہایت علمی ماحول میں آنکھ کھولی اس کے جوہر کمال کو یہیں کھلنے کا موقع ملا اور اس کی کتنی قدر و منزلت ہوئی اس کے بیٹے برہان ماثر اور بساتین کے اوراق شاہد ہیں۔

قصۂ چندر بدن و مہیار

مورخوں میں صرف قاضی سیّد نور اللہ نے اپنی کتاب "تاریخ عادل شاہیہ" میں اور ان کے بعد شاہ تجلی علی تجلّی نے اپنی تاریخ "تُوزُکِ آصفیہ" میں اس قصے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ ابراہیم عادل شاہ ثانی ($\frac{۱۵۷۹ \text{ تا } ۱۶۲۸ء}{۹۸۸ \text{ تا } ۱۰۳۷ھ}$) کے دَور کا ہے جو مقام کدری کوٹہ پر پیش آیا۔ شاہِ تجلی لکھتے ہیں کہ جیسے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی ز   محمد علی خاں والا جاہ والیٔ ارکاٹ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے قمر نگر (کرنول) سے شہر تروچتی روانہ ہوئے تو اثنائے راہ میں بمقام کدری کوٹہ انھوں نے ایک قبر دیکھی جس پر پتھر کے دو تعویذ

بنے ہوئے تھے۔ دریافت پر پتہ چلا کہ ابراہیم عادل شاہ کے دوران حکومت میں مہیار نامی ایک شخص ایک ہندو سردار کی لڑکی چندر بدن پر عاشق ہو گیا اور کدری کوٹہ میں جاترا کے موقع پر معشوق سے مل کر اپنے عشق کا اظہار کر دیا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ ایک سال تک جنگلوں کی خاک چھانتا پھرتا رہا۔ چندر بدن جب دوسرے سال جاترا میں شرکت کے لیے کدری کوٹہ پہنچی اور پوجا پاٹ کے لیے مندر کی طرف جانے لگی تو مہیار راستے میں اس کے قدموں پر گر گیا اور پھر اپنی محبت کا اظہار کرنے لگا۔ چندر بدن نے انتہائی غیض و غضب کے عالم میں یہ کہہ دیا کہ "تو ابھی تک زندہ ہے" ابھی یہ جملہ پوری طور پر ادا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ عاشق جانباز نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مذکورہ دونوں کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ان دنوں کدری کوٹہ میں مقیم تھا جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے مہیار کو احترام کے ساتھ دفن کرنے کا فرمان جاری کیا۔ جب اس کا جنازہ محبوب کے دروازے پر سے گزرنے لگا تو آگے نہ بڑھ سکا اور معشوق کو جب اس کا علم ہوا تو جذبہ عشق نے اثر دکھایا۔ وہ محل میں گئی، غسل کر کے کلمہ پڑھا اور ایک پاک و صاف چادر اوڑھ کر بستر پر لیٹ گئی۔ پھر تابوت میں حرکت پیدا ہوئی اور لوگوں نے جنازہ بہ آسانی قبرستان پہنچایا۔ جب تابوت پر سے چادر

ہٹائی گئی تو دیکھا کہ چندر بدن و مہیار دونوں ہم آغوش ہیں انھیں علٰحدہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اس لیے دونوں کو ایک قبر میں دفن کر کے قبر پر دو تعویذ بنا دیئے گئے۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے بھی یہاں دو تین دن قیام کیا اور پھر ترنوپتی روانہ ہوئے۔ یہ مقام مدراس سے شمال مغرب میں اسی میل دور آج بھی موجود ہے۔

قصۂ چندر بدن اور شعرا

عشق کا یہ واقعہ شاعروں کے توسن خیال کے لیے تازیانے کا کام کر گیا۔ حکیم محمد امین آتشی نے فارسی میں اور مرزا محمد مقیم نے دکنی میں لکھا اور اس کے بعد یہ قصہ بہت سے شعرا کے لیے موضوعِ سخن بن گیا۔ فارسی کے چند شعر جو مولفِ تزک آصفیہ نے دیئے یہاں نقل کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ یہ آتشی ہی کے ہوں۔

بہ عزمِ بتکدہ چندر بدن شد	دلِ مہیار را جوشش چو خون شد
بہ حیرت چوں طلسم نقش جادو	ستادہ انتظارِ جلوۂ او
کہ از در جلوہ گر شد آفتابی	کتابِ حسن را فرد انتخابی
خرامِ ناز او چو دید عاشق	زچشم خود بہ پا مالید عاشق
نظر چوں بر سرِ مہیار افتاد	نگاہش جانبِ بیمار افتاد

بگفت "اے نقش پائے دام حیرت" بگفت "اے جرعہ نوش جام حسرت"

"چرا تا حال با ایں درد و محنت نمردی اے سبر پر شور و شہرت"

ہنوز ایں لفظ نا گردیدہ آغاز کہ جانِ آں جگر خوں کرد پرواز"

بلبل نے اس نظم کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کہن تاریخ عشق آتش آباد کیا یوں آتشی قصہ کی بنیاد

ایک اور شاعر عشق نے بھی اس قصے کو نظم کیا ہے اس کا ذکر چندہ حسینی واقف عرف پیراں صاحب بیجاپوری نے کیا ہے جو ۱۲۰۰ھ کے بعد کا شاعر ہے۔ اس نے مقیمی کے ساتھ ساتھ عشق کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

لکھا ہے فارسی کوئی رسالہ یہ سب قصے کا ہے اس میں حوالہ

غرض کچھ اور ہے اس میں حکایت جو پائی اس نے راوی سے روایت

تخلص فارسی والے کا تھا عشق سراپا عشق کا قصہ لکھا عشق

دکن کے تذکرے عشق سے متعلق ساکت ہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ فلاں عشق نے چندر بدن کا قصہ لکھا ہے زمانی قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ جمال اللہ عشق ہوں جو مرزا داؤد داؤد اورنگ آبادی کے بیٹے تھے۔ وہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور جب حیدر آباد پایہ تخت (۱۱۸۴ھ) بنا تو نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی

کے عہد میں حیدر آباد آگئے۔ یہاں عبدالولی عزلت سے اصلاح لیتے رہے اور ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ لچھمی نارائن شفیق صاحب "چمنستان شعرا" نے ان سے اپنی دوستی کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ انھوں نے چندر بدن و مہیار کا بھی کوئی قصہ نظم کیا ہے۔ حیدر آباد کے ایک اور شاعر حکیم مرزا قاسم علی بیگ۔ اخگر نے بھی اس قصے کو فارسی میں نظم کیا ہے اس کا ایک قلمی نسخہ فل اسکیپ سائز پر (۱۹۵ صفحات کا ۱۳۱۷ھ کا مکتوبہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مرثیہ اخگر اور مجموعہ قصائد "سبعہ سیارہ" بھی اخگر کی تصانیف ہیں جو کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں "چندر بدن" سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

مہیار کے اظہارِ عشق پر چندر بدن کا جواب۔

افسانۂ دردِ عشقِ آں گل	بشنید چو از زبان بلبل
ظاہر بجبیں تمام چین بود	باطن ہمہ مرحمت گزیں بود
گفت اے بہ جنوں محال اندیش	اندیشۂ تو محال اندیش
زینگونہ کہ سینہ ریش گشتی	خود دشمنِ جانِ خویش گشتی
باید نہ ترا زحد گزشتن	از خود بدر لحد گزشتن
مشمار کہ زیر پا زمین است	ہشدار کہ چاہ در کمین است

بنگر تو کجا و این خیالت — چندیں چہ دہی بدل ملالت
گیرم کہ بہ عشق من تو مستی — زیں بادہ خمار خود شکستی
بس مدعیانِ عشق دیدم — بوے نہ ز راستی شنیدم
دعوی ہمہ بے دلیل دارند — راہے نہ دریں سبیل دارند
گویند کہ عاشقانِ بے ہوش — باشند ز خویشتن فراموش
دل چیست کہ جاں بہ یار بخشند — خود از رہِ نثار بخشند
گر عشق دلت ربود تن دہ — از ہر چہ طلب کنم بمن دہ
از جاں تو دگر چہ چیز داری — بخشی؟ اگرم عزیز داری؟
ایں گفت و برفت سوئے ایواں — دودِ دلِ عاشقاں بہ کیواں

ایک کنیز مہیاس کے انتقال اور جنازے کے دروازے پر آکر رکنے کی اطلاع چندر بدن کو پہنچاتی ہے۔

ناگہ بہ چنیں زماں کنیزے — افگند عجیب رستخیزے
پیشِ بتِ نازنیں بیامد — افسانہ بہ لبِ حزیں بیامد
گفت اے صنمِ کرشمہ پرداز — ہر سوئے زلفت عشوہ ساز
چوں از قدمِ تو سر جدا کرد — در عشقِ تو جانِ خود فدا کرد

ایمائے تو جملہ بود جادو — چوں تیر بہ سینہ شد ترازو
زیں نیز عجب ترست حرفے — بگرفتہ بہ مردماں شگرفے
تابوت کہ زیر بامت آمد — ہنگامۂ از قیامت آمد
رفتار زپائے مرداں رفت — زاں سال کہ نہ یک قدم تواں رفت
از بسکہ جنازہ شد گراں بار — پا ماند بجائے خود ز رفتار
شوریست بہ ہر طرف ازیں جوش — ہر کس کہ شنید رفت از ہوش

اُردو میں سب سے پہلے یہ قصہ مقیمی ہی نے لکھا اور اس کا امکان ہے کہ آتشی سے پہلے مقیمی ہی نے اس کو لکھا ہو۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ یہ قصہ اسی کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ دوسرا سبب یہ کہ غواصی کی کتاب "سیف الملوک و بدیع الجمال" منظرِ عام پر آکر شہرت حاصل کر چکی تھی اور اسی کتاب نے مقیمی کو یہ قصہ نظم کرنے پر راغب کیا چنانچہ وہ خود اس کا اظہار کرتا ہے۔

قصہ اک کہوں میں گھر بار کا — سو چندر بدن ہور مہیار کا
سنے کوئی مجکوں دعا یاد کر — رہے ہور تعجب سوں دل شاد کر
بنا تو غواصی کا باندیا ہوں میں — سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں
دلے میں اپس کوں سرایا نہیں — شعر میں کسی کا پھرایا نہیں

سرانا پھرانا نہنھا کام ہے   کرے یو عمل او کد جو خام ہے

یہاں جناب نصیرالدین صاحب ہاشمی سے ہمیں قدرے اختلاف ہے۔ مثنوی کا ایک شعر یہ ہے۔

قصہ مج پرت کا کہا ایک اُن   جو بسرے تو لیلیٰ و مجنوں کو سُن

اور اس کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ سُن کر اس کو مثنوی لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس کا مطلب صاف ہے کہ اس نے مجھ سے ایک ایسا عشقیہ قصہ کہا کہ اگر تو سُنے تو لیلیٰ و مجنوں کے قصے کو بھول جائے۔

انجمن ترقی اُردو ہند علی گڈھ میں یہ شعر اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

قصہ مج پرت کا کہا اک جواں   جو شیریں و لیلیٰ و مجنوں کہاں

اس میں شیریں کا لفظ استعمال کر کے اس شبہ کو دور کر دیا گیا ہے اور ہم شیخ چاند مرحوم کی رائے سے متفق ہیں جو یورپ میں دکھنی مخطوطات پر تنقید کرتے ہوئے مقیمی کے بیان میں دی گئی ہے۔ (رسالہ اُردو اکتوبر ۱۹۳۳ء)

دوسرا شاعر بلبل ہے جس نے آتشی اور مقیمی کا ذکر کیا ہے اور ہم بھی جس کے متعلق اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اس نے قصہ لکھنے کا کوئی سبب بیان نہیں کیا۔ اس کی مثنوی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

بنامِ نقش بندِ نقش ایجاد
کیا قدرت کے نقشے کا وہ بنیاد

بندا نقشہ زمین و آسماں کا
بہارِ گلشنِ جان و جہاں کا

فلک فانوس میں خورشید کے شمع
کیا روشن ہے زہرہ مشتری جمع

اس کی زبان سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ جنوبی ہندوستان کا شاعر تھا۔ ہوسکتا ہے کہ بیجاپور ہی کا ہو یا ویلور کا یا صوبہ مدراس کے کسی اور مقام کا ہے اس کا لب ولہجہ ان مقامات کی غمازی کرتا ہے مثلاً ایک مقام کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

تمارا دین حق بھیتر کیا ہے
ہماری رہ ہیں حق بھیتر دیا ہے

کریں تم جا کو حج بیت الحرم کا
ہمیں پوجا کریں دار الصنم کا

ہماری راہ باطل کفر چھوڑ دو
گلستاں سوں ہمارے گل نہ توڑو

کرو تاراج مت تم بوستاں کوں
دکھاؤ نا ہمارے دوستاں کوں

ہمیں بندے ہیں سب آزاد کرنا
وگرنیں قتل سب بیداد کرنا

چونکہ بلبل نے آتشی کا نسخہ دیکھا ہے اور

حریر ہندوی پر کرتوں تصویر
لباس پارسی ہے پائے زنجیر

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ترجمہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ آتشی کا اصل نسخہ

دستیاب نہ ہو سکا اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ترجمہ کیا ہے یا صرف قصہ لے لیا۔ "توزکِ آصفیہ" سے اوپر کے نقل کردہ اشعار کی بحر اور بلبل کی بحر یکساں یعنی ہزج مسدس مقصود ہے اس لیے گمان یہ ہے کہ توزکِ آصفیہ میں مندرجہ اشعار آتشی ہی کے ہوں گے لیکن ان اشعار کا لفظی ترجمہ بلبل کی مثنوی میں نہیں ملتا اس لیے قیاس یہ ہے کہ اس نے صرف آتشی کی مثنوی کو قصے کا ماخذ قرار دیا۔

محمد باقر آگاہ نے ۱۱۲۴ھ میں "ندرتِ عشق" کے نام سے ایک مثنوی لکھی جس میں چندر بدن و مہیار کا قصہ نظم کیا ہے۔ سببِ تالیف کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

یہ دل چاہتا ہے کہ اے جانِ من　　سنوں حال مہیار و چندر بدن
اگرچہ یہ قصہ کہن سال ہے　　پہ تیرے بیاں میں نئی چال ہے
ہے ہرچند یہ داستاں مشتہر　　پہ ہے اور ہی تیرے لب میں اثر
کہے ہیں اسے ہندی و فارسی　　پہ تیرے بیاں میں کہاں وارثی
میں قرباں ہوں تجھ پہ اے جانِ جاں　　مفصل سنا مجھ کو یہ داستاں
اگر تو کہے اس حکایات کو　　تری شان و شوکت میں نقصاں نہ ہو
کہ سیّارِ روم اس طرح کہہ گیا　　کہ نے یعنی انسانِ کامل سدا
کبھی دارِ پرخوں کا قصہ کہے　　کبھی حالِ مجنوں کا قصہ کہے

نہیں کم ہے لیلیٰ سے چندر بدن — نہ مہیار مجنوں سے کم بے سخن

محمد باقر آگاہ کی یہ مثنوی سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے اور "جواہر خمسہ آگاہ" میں شامل ہے۔ "ندرت عشق" کا ایک نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ میں بھی موجود ہے۔ "جواہر خمسہ" فل اسکیپ سائز پر لکھا گیا ہے اور "ندرتِ عشق" (کتب خانہ انجمن علی گڈھ) کی سائز ۷" × ۵½" ہے اوراق ۶۴ ہیں اور سطر ۱۱ سطری ہے۔

آگاہ نے قصے کے دوران میں شعر کی شکل میں عنوانات قائم کئے ہیں، اصل مثنوی اور عنوانات کی بحر میں فرق ہے عنوانات کی بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف یعنی مفعول مُفاعلن فعولن ہے اور مثنوی کی بحر متقارب مثمن محذوف یعنی فعولن فعولن فعولن فعل۔

آگاہ نے قصے میں تصوف کو بھی شامل کر دیا ہے اور اس کا اظہار مثنوی کے مندرجہ ذیل ابتدائی اشعار سے ہو جاتا ہے۔

اے ذات تری جلیلِ مطلق — اے نام ترا جمیلِ مطلق

ہر حسن سے ہی مراد تُو ہے — ہر عشق کا دل نہاد تو ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

کہوں کیا ترا حمد اے ذوالجلال — کہ انتَ جمیلٌ و انتَ الجمال

عدم تھے جو ظلمت میں بی مار من
ہوئے نور سے تیرے چندر بدن

ترے نور کے مہ میں آثار ہیں
چکور اور کتاں اس کے مہیار ہیں

ترے مہر سے مہر جب پار ہے
تو ہر روز اس کا خریدار ہے

حسینوں میں جو ہو گئے نامور
وہ تیری تجلی سے تھے جلوہ گر

جو علوی و سفلی ہیں سب ذات ہیں
ترے عشق میں محو دن رات ہیں

ہوئے ہیں ترے سے ہم حسن و عشق
وگرنہ ہے کب در عدم حسن و عشق

ہے تو ہی محب اور محبوب بھی
ہے طالب تو ہی اور مطلوب بھی

ترے حسن سے پور ہے سب جہاں
ترے عشق میں ہے نہان و عیاں

ہے جو جو جہاں میں بلند اور پست
ترے نشۂ عشق سے ہے وہ مست

ترے عشق کی اندی از بس شراب
ہیں افلاک امواج انجم حباب

یہ مستی سے ہر کوئی سرشار ہے
کوئی غافل اور کوئی ہشیار ہے

سرجوشی نعت بحر بینش
یک موج ہے جس کی آفرینش

شمالی ہند میں سیف اللہ نے چندر بدن و مہیار کا قصہ نظم کیا ہے اس مثنوی میں قصے کے لحاظ سے یکسانیت موجود ہے۔ غلام یزدانی صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ نے

اپنے مضمون مطبوعہ ساقی میں اس کے متعلق تفصیلی معلومات دی ہیں۔ سیف اللہ نے کتاب کی تصنیف کا سبب ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

لکھوں مدعا اور تعریف کا — عجب نقشہ تصنیف و تالیف کا
اچانک ہوا ایک دن دل اُداس — چلے سیر کرنے تئیں آس پاس
یکایک مرے دل میں گزرا خیال — ہوئی تھی صلاح من میں چل عدلیوال
وہاں ایک بوڑا کفش دوز ہے — فقیروں کا خادم شب و روز ہے
تو مدت سے اس کو نہیں ہے رلا — نہ ہووے کہ راکھے وہ تجھ پہ گلا
چلا آن پہنچا میں اک پل منے — ہوا خوش جیویں مچھلی جل منے
تواضع ستی مجھ کو بوڑا رلا — صداقت ہیں وہ سب سے پورا الا
جو تھا پوتا اس کا چہ خوش فتح دیں — خبردار کچھ علم سے تھا یقیں
وہ پڑھتا خوش الحان شیریں سخن — عجب قصہ مہ یار و چندر بدن
لگا کہنے یہ قصہ گر تازہ ہو — جہاں تجھ صفت سے پر آوازہ ہو
کہ رنگیں دلآویز ہو مختصر — ہندی فارسی ہمچو شیر و شکر
وہ قصہ دلآویز نادر دکھا — قلم کو پکڑ کر میں جلدی لکھا
زہجری دو صد بودہ و یک ہزار — لکھا میں فکر کر کے انجام کار

بتاریخ فرخ میانِ دو عید   یہ ماہ ہمایوں و سالے سعید

یہ نسخہ مصور ہے اس میں (۸۷۹) شعر ہیں لیکن آخری حصہ ناقص ہے اس لیے کچھ اور شعر ہوں گے۔ اس قصّے میں بھی کم و بیش وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جو دوسرے مصنفین کے قصوں میں پائی جاتی ہیں۔ یزدانی صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب کے نسخے مقیمی سے اس کا مقابلہ کیا ہے لیکن حیرت ہے کہ انھوں نے ادارۂ ادبیاتِ اُردو کے نسخوں سے اس کا مقابلہ کیوں نہ کیا جس کا کتب خانہ ان کے گھر کے سامنے ہے

سیف اللہ کی مثنوی سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ چندر بدن کا قصہ نہ صرف جنوبی ہندوستان میں مقبول ہوگیا تھا بلکہ عشق کی صداقت نے اس کو سارے ہندوستان میں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔

یہ نسخہ مصور ہے اور معلوم نہیں کہ اب کس مقام پر ہے تحقیقات کے باوجود کوئی پتہ نہ چل سکا۔ چندر بدن کی دو تصویریں ہماری اس کتاب میں پیش کی جا رہی ہیں ان سے اس نسخے کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تصویریں بہت قدیم ہیں اور مولوی سید محمد صاحب مورخ بیدری کے پاس محفوظ ہیں صاحبِ موصوف نے ہماری خواہش پر ہماری کتاب کے لیے عنایت فرمایا ہے اس لیے ہم ان کے بیحد ممنون ہیں۔

پانچواں شاعر جس نے اُردو میں چندر بدن کا قصہ نظم کیا وہ بابا چندہ حسینی واقف

عرف پیراں صاحب ہے یہ بیجاپوری شاعر ہے اور اس نے ۱۲۲۷ھ میں یہ قصہ لکھا اس کا ایک ایک نسخہ کتب خانۂ نواب سالار جنگ بہادر اور کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے۔ دیگر تمام شعرا کے قصوں کے مقابلے میں یہ بہت طویل ہے شاعر نے اپنے خیالات کا اظہار مختلف طریقوں پر کیا ہے۔ مثلاً سراپا چندر بدن پر ہی اس نے (۱۰۷) شعر لکھ دیئے ہیں، مہیار جب کدری کوٹہ پہنچتا ہے تو اس کی تفصیل (۳۷) اشعار میں دی گئی ہے۔ غرض ہر مضمون کو اس نے طول دیا ہے اور اپنی مثنوی کو زیادہ دلچسپ اور سلیس بنانے کی کوشش کی ہے سببِ تالیف بیان کرتے ہوے کہتا ہے کہ ان کے عشق کے حالات نہایت ہی عجیب و غریب ہیں جو بھی سُنے گا وہ متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکے گا۔ سنتے ہیں کہ دکھنی زبان میں مقیمی نے اور فارسی میں عشق نے ان واقعات کو بیان کیا ہے۔ میں ہندوستانی (شمالی ہند) کا تو نہیں ہوں البتہ مقدور بھر کوشش کروں گا کہ اپنی زبان میں اس کو بہتر طریقے پر پیش کر سکوں۔ میں نے فارسی کا اتباع کیا ہے اور دونوں قصے میرے ماخذ ہیں کہیں میں نے زیبِ داستان کے طور پر استادانہ انداز میں کچھ بڑھا بھی دیا ہے۔ اس کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

سخن گوئی کا مجھ کو بس کہ ہے شوق نہیں کچھ اور باتوں کا مجھے ذوق

نہیں ہے یاں کسی کو پائیداری رہی لیکن سخن کی یادگاری

غرض ہے ایک عاشق ان میں مہیا
وہ سارے عاشقاں کا ہے گا سالار

نہ ویسا ہووے گا نا کوئی ہوا ہے
کہ وہ یوں عشق میں ثابت ہوا ہے

نہ معشوقوں میں ہے چندربدن سی
فدا عاشق پہ کرنے کے نہیں جی

نہ ہوویں گے کوئی ہندو دکن میں
ملے بعد از موئے کے یوں کفن میں

عجب کچھ عشق کا ان کے ہے احوال
سُننے سے جس کے غم برپا ہو فی الحال

نہ کوئی ان کا قصہ خوب بولا
نہ ان کے عشق کے دفتر کوں کھولا

مقیمی نے مگر دکھنی زباں میں
لکھے ہیں قصہ اک اُن کے بیاں میں

کئے ہیں مختصر کچھ اس میں مذکور
ولیکن ہے جہاں کی سچ یہ مشہور

لکھا ہے فارسی کوئی رسالہ
یہ سب قصے کا ہے اس میں حوالہ

غرض کچھ اور ہے اس میں حکایت
جو پائی اس نے راوی سے روایت

تخلص فارسی والے کا تھا عشق
سراپا عشق کا قصہ لکھا عشق

اگرچہ میں بھی تو اہلِ دکن ہوں
نہیں کچھ ہند کا صاحب سخن ہوں

ولے ہندی سے اپنے حسبِ مقدور
بیاں کرتا ہوں سُنئے اس کا مذکور

تتبع فارسی کا میں کیا ہوں
روایت ہر دو قصوں سے لیا ہوں

کہیں بولا حکایت کر زیادی
کیا ہوں آپنی ہی اوستادی

واقف کے بعد ایک اور شاعر حاجی شیخ محمد عبد القادر شاکر رئیس وانم باڑی (مدراس) نے بھی اس قصے کو نظم کیا ہے یہ قصہ گلزار شاکر کے نام سے شوکت الاسلام پریس بنگلور سے ۱۹۰۸ء میں شائع ہو چکا ہے اصل کتاب میں قصے سے زیادہ مذہبی مباحث روایات اور تصوف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ قصہ ص۸۸ پر ختم ہو جاتا ہے اور تاریخیں اور دیگر اشعار بھی دیئے گئے۔ حمد و نعت، مناجات، مدح پیر کے بعد میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس کی مدح کی گئی ہے سببِ تالیف اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

مثنوی چندر بدن مہیار کی ۔۔۔ میری تھی دیکھی ہوئی اک بار کی
مولوی باقرِ آگاہ نام ۔۔۔ نظم کی تھی آپ نے با انتظام
مل گئی مجھ کو پرانی بھی کتاب ۔۔۔ اس زمانے کی تھی وہ لکھی کتاب
دیکھا دونوں کو ملا کر شوق سے ۔۔۔ فرق بیّن یہ نظر آئے مجھے
تھی دکن والوں کی وہ اگلی زباں ۔۔۔ جس میں مطلب کا نہ ملتا تھا نشاں
چھان کر تلچھٹ کو صاف ایسا کیا ۔۔۔ پھر مئے دو آتشہ وہ بن گیا
سب کو یہ معلوم ہے مشہور بات ۔۔۔ ہے صداقت اس میں اے عالی صفات
غور سے دیکھے اگر اہلِ نظر ۔۔۔ شاہدِ معنیٰ ہے اس میں جلوہ گر

یہاں انھوں نے یہ واضح تو نہیں کیا کہ کس مصنف کی کتابیں ان کے ہاتھ لگیں

قیاس کہتا ہے کہ مقیمی اور آتشی کی ہوں یا پھر مقیمی اور باقر آگاہ ہی کی۔

اب تک ہم نے صرف ایسے شعراء کو لیا ہے جنھوں نے چندر بدن کا قصہ من و عن بیان کر دیا اب ہم ایسے شعرا کو لیں گے جنھوں نے پلاٹ لے کر اس میں تصرفات کیے۔

میر تقی میر
۱۱۲۵ - ۱۲۲۵ھ

میر تقی میر نے تین مثنویاں "دریائے عشق" "شعلۂ عشق" اور "اعجاز عشق" لکھی ہیں۔ ان کے پلاٹ میں کچھ یکسانیت پائی جاتی ہے گمان یہ ہے کہ میر نے سیف اللہ کی طرح چندر بدن کی کہانی سُنی ہو اور قصے میں ندرت ہونے کی بنا پر اسے اپنے انداز میں لکھا ہو۔

۱۔ "دریائے عشق" میں ایک جوان رعنا نے ایک ماہوش کو کھڑکی میں کھڑی دیکھا اور اپنا دل ہار دیا۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

ایک عرصے تک وہ کوئے جاناں میں دیوانوں کی طرح پھرتا رہا۔ لڑکی کے باپ نے بدنامی کے خوف سے یہ طے کیا کہ کچھ عرصے کے لیے اس کو کہیں دُور بھیج دیا جائے چنانچہ ایک دایہ کو ساتھ دے کر رات میں لڑکی کو محافے میں سوار کرایا اور محافہ روانہ ہوا۔ عشق نے عاشق کو خبر کر دی اور وہ محافے کے ساتھ ہو لیا۔ محافہ جب دریا کے کنارے پہنچا تو دایہ نے عاشق کو تسلی دی اور معشوق سے ملانے کا وعدہ

کیا۔ لیکن در پردہ دشمنی پر تل گئی۔ جب یہ سب لوگ کشتی میں بیٹھ کر دریا کو عبور کرنے لگے تو دایہ نے لڑکی کی پاپوش دریا میں پھینک دی اور عاشق سے کہا کہ اگر تو عاشق صادق ہے تو دریا سے جوتی نکال لا ورنہ تیری محبوبہ ننگے پیر پھرے گی۔ عاشق نے ایک جست لگائی اور پھر سے

کہتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں یوں جو ڈوبے کہیں نکلتے ہیں

عاشق نے اپنی جان دے دی اور عشق نے معشوق پر اثر کرنا شروع کیا۔ کنارے پر پہنچنے کے بعد لڑکی نے اپنی دایہ کو چکمہ دے کر دریا کے سیر کی ٹھانی اور کشتی میں سوار ہو کر اسی مقام پر آئی جہاں عاشق نے جان دی تھی اور پانی میں کود گئی۔ جب دام داروں اور غواصوں نے اس کو تلاش کیا تو سے

نکلے باہر دلے موئے نکلے دونوں دست و بغل ہوئے نکلے

محمد باقر آگاہ نے بھی اس قصّے کو "غرقابِ عشق" کے عنوان سے نظم کیا ہے۔

۲۔ "شعلۂ عشق"۔ اس قصّے میں بیان کیا گیا ہے کہ پرسرام نامی ایک نوجوان پٹنہ میں رہتا تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر ایک اور شخص اس پر فریفتہ ہو گیا تھا دونوں آپس میں روز ملتے اور محبت میں اضافہ ہوتا جب پرسرام کی شادی ہو گئی تو وہ اپنے دوست سے نہ مل سکا اس لیے کہ اس کی بیوی کو ایک لمحے کی جدائی

گوارا نہ تھی ایک دن دوست پرسرام سے ملا اور اس کو سمجھایا کہ عورتیں مرد کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ایسے حیلے بہانے کرتی ہیں اگر تمھیں یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو ایک شخص یہاں سے جائے اور اس کو تمھارے دریا میں ڈوب جانے کی اطلاع دے اور دیکھے کہ اس پر کیا گزرتی ہے۔ اس رائے پر عمل کیا گیا جب قاصد نے یہ خبر وحشت اثر پرسرام کی بیوی کو پہنچائی تو اس جانگداز خبر کو سُن کر اس کی موت واقع ہو گئی پرسرام کو جب اس کا علم ہوا تو رویا پیٹا۔ دریا کے کنارے کریا کرم کیا دن بہ دن اس کی حالت غیر ہوتی گئی اور آخر دریا کے کنارے ہی رہنے لگا۔ یہاں ایک دام دار رہتا تھا اس نے پرسرام کو بتایا کہ ہماری گزر بسر اب بہت مشکل ہو گئی ہے اس لیے کہ رات میں ایک شعلہ آسمان سے دریا کی طرف آتا ہے اور "پرسرام تو کہاں ہے" کی صدا لگاتا ہے اس وجہ سے دام میں شکار نہیں آسکتا۔ اس بیان سے پرسرام کی محبت کی آگ اور تیز ہو گئی ایک دن وہ کشتی میں چند لوگوں کے ساتھ نکلا اور عین اس مقام پر جہاں شعلہ اُترتا تھا کود گیا لوگوں نے بہت کچھ تلاش کی لیکن اس کی نعش دستیاب نہ ہوئی۔

بعض نقادوں نے میر کی ان دو مثنویوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ میر صاحب نے چندر بدن و مہیار کے قصّے سے متاثر ہو کر یہ مثنویاں لکھیں لیکن تغیر کی

مثنوی "اعجازِ عشق" ہے جس کا پلاٹ چندر بدن سے ملتا جلتا ہے۔ میر نے بتایا ہے کہ یہ کہانی انھوں نے کسی فقیر سے سنی کہتے ہیں۔

کسو معتبر سے روایت ہے اک | کہ درویش سے یہ حکایت ہے اک

حکایت یہ ہے کہ درویش ایک ملک میں پہنچا اور ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بے خودی اور بے قراری کے عالم میں زندگی گزار رہا تھا۔ ایک دن اس نوجوان نے اپنے عشق کا راز فقیر سے کہا اور اس نے ازراہِ ہمدردی اس کو نصیحت کی ؎

کہ اے نازپروردِ مہر و وفا | کوئی اپنے جی پر کرے ہے جفا
مثل ہے کہ جی ہے تو ہوگا جہاں | وگرنہ موئے پر ہے کیا مہربان
تلف یوں نہیں جان کرتا کوئی | نہیں اس سلیقے سے مرتا کوئی

درویش کی دلجوئی دیکھ کر نوجوان کہنے لگا کہ وہ ایک ترسا دختر پر عاشق ہے اور اس کے فراق میں اپنی جان ہلکان کر رہا ہے۔ درویش نے معشوق تک اس کا پیام پہنچانے کا وعدہ کیا اور ترسا کے گھر پہنچ کر پیغام سنایا معشوق نے جواب میں کہا ؎

کہ ہجراں میں جو بے قراری کرے | سرِ راہ فریاد و زاری کرے
نہ سونے دے نالوں سے ہمسایہ کو | بھلی موت ایسی فرومایہ کو

جب یہ پیام درویش نے نوجوان کو سنایا تو اس نے اپنی جان دے دی۔

میر کہتے ہیں ؎

کہ اک بات کی بات میں مر گیا

درویش نے فوراً یہ اطلاع معشوق کو پہنچائی اور لوٹا ابھی دس قدم بھی نہ چلا ہوگا کہ ؎

صدا ایک نوحے کی آنے لگی — کہ یعنی وہ دختر ٹھکانے لگی

محبت نے کام اپنا پورا کیا — کہ ان دونوں لعلوں کو چورا کیا

"چندر بدن و مہیار" میں نتیجتاً دونوں کی نعشیں پیوست ہوجاتی ہیں اور میر کی مثنویوں میں اول الذکر میں یکسانیت ہے مگر بعد کی دو مثنویوں میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک کی موت کے ساتھ دوسرے کی موت بھی پیش کر دیتے ہیں تاہم پلاٹ میں بہت کچھ یکسانیت پائی جاتی ہے۔

ارکاٹ کے ایک شاعر سید محمد موسوی واؔلہ متوفی ۱۱۸۴ھ نے ایک مثنوی "طالب و موہنی" لکھی ہے ان کا حال "تذکرہ گلزار اعظم" میں موجود ہے۔ سید محمد موسوی کے والد سید محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ سید محمد واؔلہ وہیں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت پائی اور عالمگیر کے آخر عہد میں شمالی ہند سے ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے اور پھر انور الدین خاں صوبہ دار ارکاٹ کے ساتھ ارکاٹ گئے جہاں

انھوں نے ایک بوڑھے برہمن سے چندر بدن و مہیار کا قصہ سُنا اور خود ایک ہزار شعر کی مثنوی "طالب و موہنی" لکھی۔ چندر بدن کے پلاٹ سے یہ قصہ کافی مشابہت رکھتا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ ایک نوجوان شخص طالب نامی نے موہنی کو دیکھا اور دیدار کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو اس نے اپنا واقعہ موہنی سے بیان کیا اور اس کے گھر پر دھونی رمائی۔ موہنی کے مہاجن باپ نے بدنامی کے ڈر سے طالب کو ہٹانے کے لیے سو بہانے بنائے لیکن بے سُود۔ آخر موہنی کی موت مشہور کردی گئی اور فرضی جنازہ لے جایا گیا جس میں طالب شریک تھا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ "تم عاشق ہوکر زندہ موجود ہو" یہ الفاظ اس کے دل پہ بہت کاری لگے اور اس نے دیوانگی کے عالم میں کنویں میں گر کر جان دے دی۔ جب موہنی کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی آکر کنویں میں گر پڑی۔ جب دام داروں اور غوطہ خوروں نے انھیں نکالا تو وہ دونوں آپس میں پیوست تھے اس لیے انھیں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ واؔلہ نے قصے میں دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ بڑھالیا ہے لیکن اس کا ماخذ "چندر بدن" ہی ہوسکتا ہے کہ اس نے آتشی یا مقیمی کا قصہ پڑھا یا صرف کہانی ہی سُنی۔ اور اپنے ذوق کے مطابق اسے نظم کردیا۔

ایک اور شاعر انور ہے جس نے ۱۲۵۹ھ میں ایک مثنوی "شمع عشق" لکھی

اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے اس میں بھی چندر بدن کے قصے کو بنیاد بنایا گیا ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میر کی مثنوی "دریائے عشق" کو پیشِ نظر رکھا ہو۔ اس میں ایک مسلم لڑکا ایک برہمن لڑکی پر فریفتہ ہوتا ہے۔ بدنامی سے بچنے کے لیے لڑکی کی موت کی خبر پھیلا دی جاتی ہے۔ جب لڑکے کو یہ خبر پہنچتی ہے تو وہ گنگا میں ڈوب کر خودکشی کر لیتا ہے۔ جب لڑکی کو اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملتی ہے تو وہ بھی چھپ کر گھر سے نکلتی اور گنگا میں کود پڑتی ہے۔ لڑکی کے لوگ مچھیروں کے ذریعے اس کی تلاش کرتے ہیں تو دونوں کی نعشیں پیوست شدہ دستیاب ہوتی ہیں اس کے بعد ان دونوں کا ایک ساتھ کریا کرم کیا جاتا ہے اور سمادھی بنائی جاتی ہے۔

اس مخطوطے میں ۹۱ صفحات ہیں مسطر ۱۴ سطری ہے اور سائز "۹ × "۷ ہے۔

ادبی خصوصیات

مقیمی کی مثنوی ادبی نقطۂ نظر سے بعد کی مثنویوں کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اس میں نہ غواصی کا زورِ بیان پایا جاتا ہے اور نہ نادر اور اچھوتی تشبیہات ہی ہیں۔ غواصی کی عشقیہ مثنوی "سیف الملوک اور بدیع الجمال" اس کے سامنے موجود تھی وہ اس سے زیادہ بہتر لکھنے کی کوشش کر سکتا تھا لیکن وہ ایرانی نژاد اور فارسی کا شاعر تھا اس لیے دکھنی اشعار میں وہ روانی نہیں پائی جاتی۔ غواصی کی مثنوی میں فوق فطری عناصر کی بہتات ہے لیکن مقیمی نے

تمام واقعات کو بالکل فطری انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے البتہ ایک چیز غیر فطری دکھائی دیتی ہے کہ انجم نگر کا بادشاہ جو مہیار کا ہمدرد بن گیا تھا اس کو اپنی حرم سرا میں لے گیا تاکہ وہ اپنے لیے کسی نازنین کو منتخب کرلے اس حد تک قباحت نہ تھی لیکن اس کے بعد امرا کی حرم سراؤں میں اور اس کے بعد تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے گھروں میں مہیار کو بھیجا گیا کہ اگر کوئی حسین لڑکی پسندِ خاطر ہو تو اس سے شادی کرادی جاسکے۔

مقیمی کی تشبیہات میں بہت کم تشبیہیں اچھوتی ہیں ایک مقام پر وہ خدا کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نفس نے مجھ پر اتنا غلبہ پالیا ہے کہ اب میں اس پر غالب نہیں ہوسکتا اور نفس مجھ پر اس طرح مسلط ہے جیسے ایک سوار گھوڑے کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

کہ غالب ہو مجھ پر اہے نفس یوں   ترنگ کوں چلاوے چڑھنہار جوں

مہیار چندر بدن سے گفتگو کے دوران میں کہتا ہے کہ میں تیرے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتا اگر تو نہ مل سکے تو میری کیفیت ماہیِ بے آب کی سی ہوگی۔

سو تج بن مجے کوئی ہونا نہیں   کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

ایک مقام پر چندر بدن کے رُخ کو آفتاب سے تشبیہہ دی ہے۔

سو بھورائے راجے کو یوں جاب دی　　　اپس مکھ کے افتاب کوں تاب دی

مقیمی فارسی کا عالم اور شاعر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے دیگر دکھنی شعرا کی طرح املا میں حسبِ ضرورتِ شعر تبدیلی کر لی ہے۔ مثلاً شہر کو شہار، مشہور کو ضرورت کے وزن پر مشور، وضع کو وزا یا وضا دونوں طرح سے لکھا ہے۔ احوال کو ھوال استعمال کیا ہے۔ تحریر میں حروف فارسی کا استعمال ہوا ہے اس لیے پ، ٹ، چ، ڈ، ڑ، گ کو فارسی حروف کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ یائے معروف و مجہول میں بھی کوئی فرق نہیں کیا گیا اور نہ تذکیر و تانیث ہی کا لحاظ رکھا ہے۔

کہنا اور کرنا کا ماضی مطلق کیا اور کرا استعمال ہوا ہے الفاظ میں جو حروف آج متحرک اور ساکن استعمال ہوتے ہیں اُس دَور میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ ضرورت شعری کی بنا پر جس طرح لفظ شعر میں بندھ جاتا اسی کو موزوں سمجھ لیا جاتا۔

ہم یہاں تقابلی مطالعے کے لیے مقیمی، بلبل، محمد باقر آگاہ، واقف، سیف اللہ اور عبدالقادر شاکر کے دو ایک ایسے مقامات پیش کرتے ہیں جن میں بلحاظِ قصہ یکسانیت پائی جاتی ہے۔

مقیمی نے عشق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مقیمی

اتا سُن کتا ہُوں خلاصے کی بات
دھر یا ہوں جو دل میں لگن کے سنگات

دُنیا میں بڑا ہے پرت کا رتن
پرت بن نہیں کوئی خالی جیون

پرت کو بنایا ہے کرتار دو
پرت سوں نچہ سنواریا ہے سنسار دو

خلاصے میں سب کچھ پرت ہے اول
پرت بن نہیں کوئی دوجا فضل

پرت بن عشق کیں اپجتا نہیں
کہ مرنا و جینا سمجھتا نہیں

پرت پیچ دانا دوانہ کرے
پرت نے بیگانہ یگانہ کرے

پرت جیو سوں ہاتھ دھوتی اہے
پرت نیہ کے بیج بوتی اہے

پرت کے دریا کا شناور ہوں میں
پرت کیچ غوطے میں یاور ہوں میں

کمندِ پرت پیچ سنپڑیا ہوں میں
مقیمی پرت سوں نچہ اکڑیا ہوں میں

بلبل

کیا خواہش جگت کرنا پسارا
ظہور اپنے کوں کرنا آشکارا

اُٹھایا عشق کے ندیا کوں گوہر
رکھا ہے حسن کا جلوہ نظر پر

کیا جب آتشیں رخسارۂ گل
ہوا تاراج اس سیں جانِ بلبل

کیا جب شمع کا رخسارہ روشن
ہوے غارت ہے پروانہ کا خرمن

عجب ہنگامۂ حسنِ خدا ہے
سپند عشق اس پر دل فدا ہے

اسی کے حسن کا چھلکار بسارا — ہوا ہے عشق بازاں کا نظارہ
اسی کا حسن ہے خوباں میں جگ کے — لجاوے دل چرا آدم سوں جگ کے
وہی محبوب سب کا ہے دلآرام — اسی کے حسن قدرت سوں نے لا رام
اسی کا حسن ہے لیلیٰ کا مضموں — اسی کی ہے عبارت عشق مجنوں
اسی کے عشق کا فرہاد تیشہ — کیا سنگ دل تراشی کا وو پیشہ
اسی کے حسن کا ہے اب سرانجام — مسلماں کر کے ہندو کوں کیا رام
زباں اس مے کی مستی سوں کر گئے خوش — ادب لب کوں کہاں اے یار خاموش

عبدالقادر شاکر

ابن عربی حضرت شیخ الشیوخ — اس طرح کہتے ہیں اے اہلِ رسوخ
عشق دیتا ہے جیسے ربِ جہاں — اس پہ رمزِ حسن کرتا ہے عیاں
نقش میں پنہاں ہے نقاشِ ازل — حسن میں تاباں ہے عشقِ لم یزل
حسن پر جو مست ہے سرمستِ ناز — منکشف ہے اس پہ ہر سربستہ راز
اچھی صورت دل میں آ ہی جاتی ہے — آنکھ کے اندر سما ہی جاتی ہے
برزخِ عالم ہے حسنِ مہوشاں — آئینہ ہیں سب حسینانِ جہاں
حسن کے پردے میں ہے جس کی نمود — عالمِ ارواح کا ہے وہ وجود

حسن ہے نورِ حقیقت کا ظہور
رہبرِ عاشق یہی ہے خاص نور

منزلِ مقصود کا حاصل ہے حسن
پیرو اصل مرشد کامل ہے حسن

حسن ہے حسنِ ازل کا آئینہ
حسن ہے حسنِ عمل کا آئینہ

حسن ہے علم الیقین عین الیقین
حسن ہے حق الیقین حق المبین

ہے عجب ناز و نیاز حسن و عشق
ہے عجب سوز و گداز حسن و عشق

ساز میں آواز میں ہے حسن و عشق
راز میں اعجاز میں ہے حسن و عشق

عشق کے دم سے ہے جو کچھ ہے یہاں
یہ نہ ہو تو پھر کہاں کون و مکاں

چندر بدن کے سراپا کے متعلق اظہارِ خیال

مقیمی

اتھی خوبصورت میں جیوں شہ پری
ولیکن پری سوں اتھی برتری

لطافت میں موزوں و شیریں سخن
انتھا ناؤں اس کا سو چندر بدن

چنچل مد کی ماتی نزاکت کی دھات
پھرے نت ہمیشہ سہیلیاں سنگات

گرب ناز ماتی وہ پھرتی اتھی
کہ اس دیو پوجا وو کرتی اتھی

تھی محبوبِ عالم کی وہ گلبدن
کہ چندر جسے دیکھ کرتا سرن

بلبل

عجب دختر کہ وو یک شہ پری ہے
پری سوں وو زیادہ گن بھری ہے

شبستانِ عدم سوں آشکارا
نکل آیا ہنم کا چاند سارا

ہوا اس نور سوں سب محل روشن
ہوا باغِ طرب فردوس گلشن

پرا اس کا خوشی سوں تخت پر چڑ
کیا بخشش خزینہ گنج و گوہر

برہمن ملتاں ناقوس و زنار
کئے چندر بدن کا نام اقرار

کروں کیا وصف اس جادو لقب کے
پری پیکر نگارِ غنچہ لب کے

کہ اب تک شورِ محشر جلوہ گر ہے
ہزاراں دل شہیدِ غمزہ گر ہے

قیامت اس کے قامت سوں ہے پیدا
جہاں پر شورِ محشر ہے ہویدا

رخ اس کا ہے جو خورشید قیامت
نہ ہے کیوں کر دلِ مردم سلامت

چلے جب سیرِ گلشن کوں چمن میں
نہ دیکھے یو نزاکت گل سمن میں

دیکھ اس کی چشم کوں خجل ہار نرگس
تحیر سوں کیا اقرار نرگس

کہ آئی ہے بلا یے گل چمن پر
ستم ہے بلبلاں کی انجمن پر

نگاہِ نیم کالی نیمچہ ہات
کرے قتلِ چمن ہیہات ہیہات

دھرے گر پاؤں او پر چشم بلبل او گے پلکھاں سوں اس کے تختہ گل

سیف اللہ

سندر، ساوری، مست، جوبن بھری
شگفتہ جبیں، شیر دل، من بھری

دو زلفاں اسے بانکی کالیاں
نین مرگ سی مست، متوالیاں

غضب ناک اور چست وچالاک تر
نپٹ اچپلی، شوخ، بے باک تر

زنخ سیب غبغب نپٹ صاف تر
صراحی سی گردن تھی نازک کمر

نہ خواہش اسے مطلقاً مرد کی
یہی چاہ تھی رہنے الفرد کی

پوتر رہی پوجا اور پاٹھ میں
رکھی گیان کا دھیان دن رات میں

باباحسینی واقف نے چندر بدن کا جو سراپا لکھا ہے اس میں (۱۰۷) اشعار ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

سو تھا چندر بدن اس حور کا نام
کریں خوبانِ عالم جس کا اکرام

کہ اس کا نام تو چندر بدن تھا
صفا خورشید سے بھی جس کا تن تھا

تھی سال و سن میں وہ بارہ برس کی
پہ تیرہ کی، نہ چودہ کی، نہ دس کی

سراپا کیا کروں تعریف اس کی
نہ ہو کچھ مجھ سے بھی توصیف اس کی

وہ مکھڑا چاند کے مانند تاباں
فلک پر حسن کے مہرِ درخشاں

نہ مہر و مہ میں بھی تاب اس کے رُو کا ۔ فقط یک طور کا سا تھا بھبوکا

جو دیکھے اس کے سر کے گرسیہ بال ۔ شبِ تاریک کا دل ہووے پامال

درازی میں قلم گر ہووے جاری ۔ تو گردش میں رہے گا رات ساری

خط باریک برفرقش ہویدا ۔ رہِ خضر است در ظلمات پیدا

گندھی چوٹی نظر یوں پشت پر آئے ۔ کہ جیسے ناگنی آپس میں بل کھائے

گرہ موبافِ زری کی پھبن تھی ۔ چمکتے سانپ کے جیوں منہ میں من تھی

سوادِ طرہ اس خجلت دہِ حور ۔ بیاضِ عارضش نورٌ علیٰ نور

عبدالقادرِ شاکر

صورت اس کی صورتِ شمس الضحیٰ ۔ رویت اس کی رویتِ بدر الدجیٰ

چودھواں آغاز اس مہوش کا سال ۔ ماہ دو ہفتہ ہے وہ بدرِ کمال

نام بھی چندر بدن اس ماہ کا ۔ ہے سراپا نور وہ اللہ کا

اللہ اللہ وہ بتِ سرو سہی ۔ اللہ اللہ وہ جمالِ یوسفی

چہرۂ تاباں بتِ طناز کا ۔ ہے عدو چرخِ بریں کے ناز کا

اس کی پیشانی کی نورانی جھلک ۔ چھینتی ہے شمعِ انجم کی چمک

ابروئے خمدار بچھو کے مثال ۔ ابر کے دو ماہِ کامل پہ ہلال

خالِ مشکیں عارضِ پُر نور پر
دو ذقن میں چھوٹی سی فلفل جلوہ گر

وہ سنہرا رنگ وہ چہرہ غضب
وہ گلابی گال وہ یاقوت لب

وہ ادا جادو وہ چتون سحر بار
وہ فسوں گر آنکھیں وہ جادو نگار

جوبن اس کا قہر آفت ہے شباب
اس کا قامت ہے قیامت کا جواب

جب مہیار نے چندر بدن سے بل کر اپنے عشق کا اظہار کیا تو اس وقت چندر بدن نے جواب دیا۔

مقیمی

نزک جا کے بولیا کہ سُن اے پری
مجھے تج لطافت دِوانہ کری

دِوانہ ہوں تیرا دوانے کے تئیں
اپس تے نہ کر دور جانے کے تئیں

سو تج بن مجے کوئی ہونا نہیں
کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

سو یوں کہہ ادب سوں نوڑکر آونے
دھریا سیس اُس کے چرن پر آونے

لکد مار اس کوں اُٹھی بول یوں
سمج کچ اپس کوں اے بے ڈول توں

ہندو میں کہاں ہور نزک توں کہاں
کہاں رام سیتا مورک توں کہاں

کہاں میں چندرماں کہاں توں دیوا
کُتا کیا موئے توں دوانہ ہوا

بلبل

قدم پر جا کیا آداب سجدہ
بجا لایا دو سر سیں داب سجدہ

تو ہیں سلطان خوباں شہ پری ہے
یو صورت تجہ دوانہ مجہ کری ہے

چھڑائی مج کوں میرے خانماں سوں
کرے تاراج مجکوں دل و جاں سوں

اے سر میرا انثارِ خاکِ راہ ہے
دلِ پر خوں شہیدِ جلوہ گاہ ہے

تری یہ زلفِ مشکینِ گرہ گیر
ہوے ہیں دامِ دل، زنار زنجیر

دیا سب آگ میں سامانِ طاقت
فغاں ہے دِل اوپر شورِ قیامت

قبولی نیئں نماز بے نیازی
کری عاشق سوں ظاہر بے نیازی

یوں سن کر آ غصے میں ہو غضب ریز
کرے شیدیز کو غمزہ کی مہمیز

قدم سوں اس کے سر کو مار ٹھوکر
کہی "بکتا ہے کیا دیوانہ ہوکر"

"کہاں میں چاند ہوں ہور توں دیوا ہے
موے دیوانہ بیہودہ ہوا ہے"

سیف اللہ

کہ جو بن کا من میں تکبر نہ کر
تکبر کا من میں تصور نہ کر

میں ہوں منتظر تجھ ملاقات کا
کوچے بیچ بے سُدھ پڑا رات کا

درس دیجئے آج گھونگٹ کھلا
کر بجا نہ بر وعدہ کل وفا

"سمجھ ہوش میں اور توں سب فنا   وہی ایک بے انت باقی بقا"
"دیوانے موئے تجھ کو ہے کیا ہُوا   پرے مر کہاں کیوں نہ اب تک موا"

واقف

کہ ایسے میں وہاں سے آئی دِل بر   نکل جیوں ابر سے خورشیدِ انور
جو دیکھا حُسن کا آہتا ہے بوٹا   وہ جیسا شمع پر پروانہ ٹوٹا
گرا اس کے قدم پر جا کے اک بار   نہایت عاجزی کے ساتھ مہیار
کہا قدموں پہ "گر عاشق ہوں تیرا   کہ تجھ پر جان و دل قربان میرا"
یہ سُن کر کھینچ سر سے پاؤں وہ ماہ   لگی غصے سے کہنے "واہ رے واہ!
"سمجھ کر بات کہہ کچھ اے کمینے   اگر چہتا ہے تو دُنیا میں جینے"
کہی "مت عشق کا مت کر بہانہ   ہُوا ہے کی موے ناحق دِوانہ"

شاکر

اس کے بعد آئی وہاں چندر بدن   گلبدن، غنچہ دہن، رشکِ چمن
زعفرانی رنگ اور زریں لباس   ان لباسوں پر عجب پھولوں کی باس

وہ مہا دیوی کے آگے شاد شاد
مانگتی تھی عجز سے اپنی مُراد

پا کے بُو چندر بدن کی ماہیار
ہو کے آیا پاس اس کے بے قرار

فرطِ الفت سے لپٹ کر رو دیا
کچھ جھجک سے اس کے ہٹ کر رو دیا

قہر سے چندر بدن نے یہ کہا
"اُے موئے چل، کیا تو دیوانہ ہُوا"

مقدمہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ ادارۂ ادبیاتِ اُردو کے کتب خانے میں "چندر بدن و مہیار" کا ایک اور نسخہ داخل ہُوا یہ خطِ نسخ میں ہے اور تحریر قطب شاہی دَور کی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی سائز $5\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$ ہے اور اشعار کی تعداد (٤٩٩) ہے اس نسخے میں حمد کے بعد مناجات نہیں بلکہ نعت اور منقبت کے بعد عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں حسبِ ذیل اشعار دیئے گئے ہیں۔

در صفتِ بادشاہ سلطان عبداللہ

مقیمی توں کر صفت شہ کا اتیا
جنے تج کوں روشن کیا ہے اتیا

جو سلطان عبداللہ ہے شہ گنبھیر
شمس قمر تے اس کا روشن ضمیر

کہ عدل ہور انصاف ہور داد کا
او ہے بادشاہ حیدر آباد کا

امن میں خلق اس کے پرتو تلے
جو سارے دکن میں درائی چلے

دکھن میں یو کیا بلکہ ہے ہند میں
اہے نام اس کا بھی سند میں (؟)

دکھن کے شہاں میں گرامی ہے او
گرامی اہے ہور نامی ہے او

دکھن کے شہاں دیکھ پھر یوں کہے
محمد قلی پھر کو آیا اہے

محمد قلی بھی شہاں کس شمر میں
سو حاتم سا شاہ اس کے نت امر میں

ضحاک ہور فریدون سا شیر او
کرے پل میں کئی دشمناں زیر او

ہے ایسا سو او بادشاہ بے بدل
دکھن کے شہاں میں ہے او ات اول

مقیمی صفت شہ کی کر توں تمام
اتیا توں قصہ کا بنا کر کلام

ہمارے علم میں جتنے نسخے ہیں، جن کا ہم نے وقتاً فوقتاً ذکر کیا ہے اور جن کی فہرست آخر میں دی جا رہی ہے ان میں کہیں بھی عبداللہ قطب شاہ کی مدح نہیں۔ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ مقیمی بیجاپور میں پیدا ہوا اور حسن شوقی کی طرح مختلف درباروں میں رہا نظام شاہی دربار میں بہت کم رہنے کا موقع ملا اس سے کچھ زیادہ مدت اس نے گولکنڈے میں گزاری اور عمر کا بیشتر حصہ جیسا کہ اس کے فارسی دیوان میں لکھی ہوئی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے بیجاپور میں گزارا۔ ۱۰۴۱ھ میں مقیمی گولکنڈہ کے سفیر کی حیثیت سے بیجاپور میں مقیم تھا

(حدیقۃ السلاطین ص۱۰) یہ دَور عبداللہ قطب شاہ کا ہے اور اس کا امکان ہے کہ اس نے مثنوی تو بیجاپور میں لکھی لیکن گولکنڈے کی ملازمت میں منسلک ہونے کے بعد عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں پیش کرنے کے لیے یہ اشعار بڑھا دیئے ہوں۔ اس لیے کہ چندربدن ومہیار اُردو کی پہلی مثنوی ہے جو بیجاپور میں لکھی گئی۔ لیکن گولکنڈے میں اس سے پہلے قطب مشتری (۱۰۱۸ھ) اور سیف الملوک بدیع الجمال (۱۰۳۵ھ) لکھی جا چکی تھیں اور انھیں قبولیتِ عام بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اوّل الذکر میں وجہی نے ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی ہے اور موخرالذکر میں غواصی نے عبداللہ قطب شاہ کی۔ عبداللہ قطب شاہ کے دربار میں اس مثنوی کی پیش کشی کے موقع پر اس نے درباری روایات کو قائم رکھا اور مدح شاہ کا اضافہ کر کے کتاب پیش کر دی۔ بہرحال ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ اس نسخے میں بعض غلطیاں بھی نظر آتی ہیں جو ہمیں دوسرے نسخوں میں نہ ملیں مثلاً دورانِ نقل میں ایک شعر کا ایک مصرع دوسرے شعر کے مصرعے کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔ کہیں املا کی بھی غلطیاں ہیں۔ مندرجہ مدح میں بھی غلطیاں معلوم ہوتی ہیں۔

دوسری چیز جو ہمیں دستیاب ہوئی وہ ایک مرثیہ ہے۔ کتب خانۂ نواب

سالار جنگ میں مراثی کی کئی بیاضیں ہیں مولوی سعادت علی صاحب رضوی ان مراثی پر کام کر رہے ہیں۔ موصوف کو ذیل کا مرثیہ ایک بیاض میں دستیاب ہوا ہے

مرثیہ

مقیمی بیجاپوری

مُکھ دکھایا چندر گگن سوں نکل — اشک جاری ہوے نین سوں نکل

خاک جوگی نمن لگا مُکھ سوں — خلق پھرتا ہے چوکدھن سوں نکل

بے اثر غم سوں مج نہ کئی دِستا — مُردے روتے ہیں سب کفن سوں نکل

سُن خبر شہ کی ہوش سٹ یاراں — بے خبر ہور ہے وطن سوں نکل

حیف کیا غُل ہوا ہے جنّت میں — حور غلماں پھریں عدن سوں نکل

جگ کے بستاں سکل گئے کملائے — بلبلاں زار ہیں چمن سوں نکل

جب سوں دیکھیا چندر محرم کا — تاب و طاقت گئے بدن سوں نکل

جب مقیمی بیانِ غم کرتا
آگ جھڑتا ہے سب بدن سوں نکل

اب ہم یہاں چندر بدن و مہیار کے اُن نسخوں کی فہرست دیں گے جو ہمارے علم میں ہیں یا جن سے ہم کو استفادہ کا موقع ملا۔

نام کتب خانہ	مقام کتابت	نام کاتب	تاریخ کتابت
۱۔ جامع مسجد بمبئی	لاہور	محمد شاکر	۱۱۲۳ھ
۲۔ سالار جنگ بہادر	اورنگ آباد	سید رحمت اللہ دہلوی	۱۱۵۷ھ
۳۔ رام پور (رضا لائبریری)	ـ	رگھوتم داس	۱۱۷۸ھ (دو نسخے ہیں مختلف کاتبوں کے
۴۔ ادارۂ ادبیاتِ اُردو	×	×	× (دو نسخے)
۵۔ کتب خانۂ آصفیہ	×	×	× "
۶۔ انجمن ترقی اُردو علی گڈھ	×	×	× "
۷۔ انڈیا آفس	بلوم ہارٹ (یورپ میں دکنی مخطوطات اور اُردو شہ پارے)		
۸۔ اڈنبرا یونیورسٹی	ایڈنبرا (" ")		
۹۔ گارساں دتاسی	(" ")		
۱۰۔ چندو لال حیدر آباد	(" ")		
۱۱۔ مولوی عبد الحق صاحب	(چار نسخے۔ "یورپ میں دکنی مخطوطات" پر تنقید کرتے ہوئے شیخ چاند مرحوم کا		
۱۲۔ توپ خانہ لکھنو	بیان رسالہ اُردو اکتوبر ۱۹۳۳ء)		

جناب حامد اللہ صاحب ندوی کے بیان کے مطابق (نوائے ادب جنوری اپریل ۱۹۵۵ء) یہ بمبئی میں کئی بار چھپ چکی ہے لیکن اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ ہمیں مل نہ سکا البتہ جناب نجیب اشرف صاحب ندوی کے ہم ممنون ہیں کہ موصوف نے اس کی اشاعت کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ فرمایا۔ صاحب موصوف نے تحریر فرمایا کہ کریمی پریس بمبئی سے ۱۲۹۰ھ میں تین قصوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا تھا جن میں ایک قصہ "نتھو اور رامنی" کا دوسرا چندر بدن مہیار کا اور تیسرا "بہرام گور اور حسن بانو" کا تھا۔ دوسرا نسخہ صرف "چندر بدن و مہیار" کا ہے اور ایک نسخے میں "مہریار کی معیار" بھی چھپا ہے۔

احسان فراموشی ہوگی اگر میں جناب ڈاکٹر زور صاحب، جناب نجیب اشرف صاحب ندوی صدر شعبہ تحقیقات اسلامیہ بمبئی، جناب امتیاز علی صاحب عرشی مہتمم رضا لائبریری رام پور اور جناب میر سعادت علی صاحب رضوی کا شکریہ ادا نہ کروں جن سے اس مقالے کی تیاری میں مدد ملی۔

محمد اکبر الدین صدیقی

جدید آغا پورہ حیدر آباد۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

مطبوعہ

اعجاز مشین پریس۔ چھتہ بازار۔ حیدرآباد دکن

قصہ

چندربدن و مہیار

درتوحید باری تعالیٰ عزاسمہ

خدا کوں[1] سزاوار کبر و منی[2] — توں قادر ہے قدرت کا صاحب دھنی
جو پھونکیا ہے آدم منے[3] روح کوں — سنبھالیا[4] ہے طوفاں ستیں[5] نوح کوں
کیا نار گلزار رب الجلیل — سو نمرود کے ہات باچیا[6] خلیل
جتے[7] سب سنواریا ہے جنت بھیتر[8] — محمد کا سایا ہے امت اوپر
سلیماں کوں پادشاہی دیا — محمد کوں ختم نبوت کیا
رحیا خلق پر تو رحمان ہے — نرنکار[9] بے چوں توں سبحان ہے
اندھیارا[10] کرے اور اجالا تہیں[11] — او[12] چاوے سلاوے تعالیٰ تہیں
کیا رزق سب پر بھی مقسوم توں — قوی دست قائم ہے قیوم توں

---

۱ کو ۔ ۲ غرور ۔ ۳ میں ۔ ۴ سنبھالا ۔ ۵ سے ۔ ۶ بچایا ۔ ۷ جتنے ۔ ۸ میں ۔ ۹ غیر مجسم یعنی خدا ۔ ۱۰ اندھیرا ۔ ۱۱ تو ہی ۔ ۱۲ اٹھانا، زندہ کرنا۔

چندا تجھ حکم سوں[1] نکلتا اہے[2] | کہ بڑھتا[3] ہے دائم و گھٹتا اہے
سورج نت[4] گرم دھوپ بارے[5] سدا | دو مشرق تھے[6] مغرب سدھارے سدا
فلک تے[7] زمیں لگ سکے ہے شاہ توں[8] | بنایا ہے انجم ملک ماہ توں
ترا ناؤں[9] لیتے ہیں جیو دان[10] سب | تجھے کر سمجھتے ہیں سبحان سب
توں ایسا دھنی سب ستے[11] بے نظیر | تہیں[12] ہے علیٰ کلّ شئی قدیر
ہے صاحب توں اے پاک پروردگار | رکھیا عرش و کرسی فلک برقرار
زمیں پر کتے[13] دھات گلشن کیا | سوا لوان نعمت سوں[14] روشن کیا
ترا حکم سب پر ہے خالی نہیں | دھنی کوئی تجھ بن مثالی نہیں
توں ہے پاک بے عیب سب عیب تے | توی کھیل کھیلے علم غیب تے
سزاوار تجھ کوں یو میدان ہے | قضا ہور قدر کا توں سلطان ہے
کیا ہور[15] کرے گا خلاصی کتیں | کھڑے پل میں کئی لک[16] تماشے کتیں
کہاں جل سمندر بھیتر کچھو[17] مچھ[18] | کرم تجھ رحیماں کا جیو تر ہے سچ
بھرا جیو[19] کاری توانسان میں | کرنہار[20] صورت تو زہ دان[21] میں

۱ سے ۲ ہے ۳ بڑھتا ۴ ہمیشہ ۵ ہوا ۶ سے ۷ سے ۸ تو ۹ نام ۱۰ جان دار ۱۱ سے ۱۲ توہی ۱۳ کتنے ہی طرح سے ۱۴ سے ۱۵ اور ۱۶ لاکھ ۱۷ کچھوا ۱۸ مچھلی ۱۹ جان ۲۰ کرنے والا ۲۱ رحم۔

مُناجات بتضرع کردن

مجھے فیض کچھ بخش تج دھیان کا — الٰہی تو حافظ ہے ایمان کا

مرادیں ایمان سارا سو توں — مرے جیو میں کیتا[1] ہے ٹھار[2] اسو توں

مجھے جگ میں یارب پُر امید کر — رتن[3] کے بچن[4] کوں توں جاوید کر

خدایا تو دانا ہے مجہ حال پر — کہ چوکیا[5] ہوں یا چوک[6] افعال پر

نہیں مجہ عقل نیک افعال سوں — ڈھلیا[7] نفس غفلت میں بدحال سوں

نہ طاقت کدھیں[8] کچھ عبادت کیا — نہ تیرے امر کا اطاعت کیا

کیا نفس سرکش سو اس دھات کے — سکیا[9] نیں پکڑنے اُپر[10] ہات کے

کہ غالب ہو مج پر اہے نفس یوں — تُرنگ[11] کوں چلاوے چڑ[12] نہار جیوں

کہ پکڑیا[13] ہوں یاں آس ہو شرم سار — کہ اپنے کرم سوں بخش منج[14] غفار

---

۱ کیا ہے ۲ مقام ۳ ہیرا ۴ بات، شعر ۵ نظرانداز کیا ہوں ۶ نظرانداز کردے۔
۷ تربیت پایا ۸ کبھی ۹ سکا ۱۰ اوپر ۱۱ گھوڑا ۱۲ سوار ۱۳ باندھا ہوں ۱۴ مجھے۔

تواں حسرت سوں دل کے غنی کر غنی　　کہ جاوے نکل سرتے میرے منی[۱]

دنیا میں بہت خوار ناچیز ہوں　　نظر کر توں کرتار[۲] ناچیز ہوں

جو ہو دل تھے مج دور زر کی مراد　　محصل مجی[۳] کو جو ہوے کشاد

دکھا سکھ دنیا میں جفا رگ[۴] اَتار[۵]　　بہشتیاں میں جائے کر مج قرار

صفت تیری کہنے کسے ہے زباں　　کہاں تج بزرگی، بشر یو کہاں

مہر دے مقیمی زباں پر صفا　　زنعت محمد نبی مصطفا

کہ لاوے مقیمی زباں پر صفا　　زمدح رسل خاتم انبیا

---

۱ انانیت ۲ پیدا کرنے والا (خالق) ۳ مجھ ہی کو ۴ روک دے ۵ اب.

در نعت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول
ہوا دین جس کی بقا پر قبول

دو جگ کا ہے سلطان امین بتول
ہوا ہے بقا جس ازل تے وصول

سما تا ارض میں جو پیدا اچھے[1]
ز نعت محمدؐ میں شیدا اچھے

شرف پایا اُمت نے یٰسین سوں
بھی طٰہٰ و تمجید و تمکین سوں

توی دین قائم ابد تا ازل
ہوے دین منسوخ اسی دین تل[2]

کلیمی کی تصدیق دو جگ کوں بخش
خبر لیا دے رینا معراج بخش

زہے شرف اُمت کے تلقین سوں
ہوے ہیں مُشرف اسی دین سوں

ختم ہے زِ نعتِ نبی مجتبےٰ
زِ اولادِ آلِ نبی الہدیٰ

درود تج[3] اُپر[4] ہور[5] ترے آل پر
صحابیاں پہ تج ہور ترے چال[6] پر

سو حضرت کے بعد از ہوے چار یار
اسی چار تے دین ہے برقرار

تر انعت کہنے سکت کس اچھے
سمج کر جو تیرا ثنا کوئی کہے

ختم ہے مقیمی بہ نعتِ نبی
تو کر یاد اب چار یاروں کو بھی

---

[1] ہے [2] نیچے [3] تو [4] اوپر [5] اور [6] تیرے [6] مفرد ہے ۔

در منقبت چہار یار کبارؓ

اوّل مدح بولوں میں صدیقؓ کا / وہ صاحب اہے محض تصدیق کا

یوں صدیقؓ تئیں دین روشن ہوا / انھی[1] سوں جہاں بھی[2] یو گلشن ہوا

او[3] نو بعد ازاں ہیں عمرؓ نام دار / ہوا دین سگلا[4] بھی لئی استوار

عدل میں نہیں کوئی ثانی او سے / نبیؐ نے کہے یار جانی او سے

او نو بعد عثمانؓ صاحب تمیز / کہ ہیں بھوت پیارے نبیؐ کے عزیز

کیے جمع فرقان عرفاں کے تئیں / حکم حق نبیؐ کے سو فرماں کے تئیں

او نو بعد ہیں شاہِ دُلدُل سوار / شجاعت[5] علیؓ کی ہے دو جگ تھے بار

علیؓ ہیں جو غازی کمالت[6] منیں[7] / فصاحت منیں ہور بلاغت منیں

جگہ ہیں محمدؐ کے یو چار یارؓ / جنے[8] فرق دیکھا سو احمق شمار

جو کوئی اُنو چاروں تے منکر اہے / وہ لاشک محمدؐ سیتے[9] دور ہے

ختم ہے بہ نعتِ نبیؐ مجتبیٰ / بر اولاد و آل نبی الہدیٰ

---

۱ انھیں سے ۔ ۲ یہ ۔ ۳ ان کے ۴ تمام ۵ زیادہ ۶ کمال ۷ میں ۸ جس نے ۹ سے ۔

بیان ابتدائے عشق و تالیف کتاب

انا سن کتا ہوں خلاصے کی بات ۔۔۔ دھریا ہوں جو دل میں لگن کے سنگات

دنیا میں بڑا ہے پرت کا رتن ۔۔۔ پرت بن نہیں کوئی خالی جیون

پرت کو بنایا ہے کرتار دو ۔۔۔ پرت سونچہ سنواریا ہے سنسار دو

خلاصے میں سب کے پرت ہے اول ۔۔۔ پرت بن نہیں کوئی دوجا فضل

پرت بن عشق کئیں اُپجتا نہیں ۔۔۔ کہ مرنا و جینا سمجتا نہیں

پرت بینچ دانا دیوانہ کرے ۔۔۔ پرت نے بیگانہ یگانہ کرے

پرت جیو سوں ہات دھوتی اہے ۔۔۔ پرت نیہ کے بینچ یوتی اہے

پرت کی ندی نت اُبلتی اہے ۔۔۔ پرت سونچ دنیا یو چلتی اہے

پرت کے دریا کا شناور ہوں میں ۔۔۔ پرت کیچ غوطے میں یاور ہوں میں

کمند پرت بیچ سنپڑیا ہوں میں ۔۔۔ مقیمی پرت سونچہ انکڑیا ہوں میں

---

۱ اب ۲ کہتا ہوں ۳ مختصر ۴ جو کچھ میرے دل میں موجود ہے ۵ لو ۶ ساتھ ۷ خالق ۸ سے ہی
۹ دوسرا ۱۰ عشق ۱۱ سے ہی ۱۲ کے ہی ۱۳ گرفتار ہوں ۱۴ مبتلا ہوں ۔

پرت کی بھٹی پر کہ جس ٹھار ہے — وفا کے صدر کا دو سرکار ہے

استھا یوں جو دل میں جو اُن ہیں ملوں — پرت مدہ سوں ماتا رضامند چلوں

اپس بیچ ملیا آکے یک یار مج — وفادار دل یار دلدار مج

پرت بیچ اُس کے پرت جوش ہو — رہیا مل محبت میں مدہوش ہو

قضا منج پرت کا کھیا ایک اُن — جو بسرے تو لیلیٰ و مجنوں کو اُس سُن

ہوا دل پو یوں کر تفکر قریب — کہوں شعر موزوں، حکایت عجیب

بچن دُر ہو دل تھے اُبلنے لگے — نوے طرز خوش تب نکلنے لگے

و انصاف دادن شعر و ترتیب کردن سخن

زباں کا اَتا ہوں سچا جوہری — کروں نت سخن سوں گھر گستری

قضا یک کہوں میں گھر بار کا — سو چند ربدن ہور مہ یار کا

سنے کوئی مج کوں دعا یاد کر — رہیں گے تعجب سوں دل شاد کر

---

۱ مقام ۲ مدہوش یا بدمست ۳ آپ ہی آپ ۴ میرا ایک دوست ۵ قصہ ۶ مجھے۔
۷ اتنا۔

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں — سخن مختصر لیا کے سانْدیا[1] ہوں میں

عنایت جو اُس کی ہوئی مج اُپر — یو تب نظم قصہ کیا سربسر

ولے میں اپس[2] کوں سرایا نہیں — شعر میں کسی کا پھرایا[3] نہیں

سرانا پھرانا نہنا[4] کام ہے — کرے اُن عمل یو[5] کہ جو خام ہے

شعر کا تلازم گہردار ہے — سنوزنا طبیعت کوں ناچار ہے

۱۔ ملانا، جوڑنا۔ ۲۔ خودستائی نہیں کی۔ ۳۔ دوہرانا۔ ۴۔ معمولی۔ ۵۔ یہ۔

در شروع نمودن قصہ

سوچندر بدن ہور مہ یار کا | کہوں ایک قصہ گہربار کا

بنا اس قصے کا سنو اے عزیز | نزاکت میں موزوں سخن باتمیز

سُنیا ہوں کہ کہتے ہیں سُندر پٹن | اتھا راج واں ایک ہندو برن[1]

کہ راجاں میں او راج جگ راج تھا | کیتیک[2] ملک کا اس کوں خوش باج تھا

اتھے بھوت گیراں[3] واں یک دیر تھا | پرستش کوں واں سب بشر سیر تھا

کریں راج پوجا اسی دیو کا | تماشا عجائب دسے سیو[4] کا

کتا[5] سب شہر کا اسے ٹھار تھا | کہ گوہر دہاں بھوت انبار تھا

خزینے کے مخزن لبسا[6] ہور تھے | سبھی گنج واں نورتن کے اتھے

نہ بیٹیا اسے ایک بیٹی اتھی | کہ تن پر رتن سب سمیٹی اتھی

اتھی خوب صورت میں جیوں شہ پری | ولیکن پری سوں اتھی برتری

لطافت میں موزوں وو شیریں سخن | اتھا ناؤں اوس کا سوچندر بدن

۱ ذات ۲ کتنے ہی ۳ کے ۴ سیوا۔ خدمت۔ ۵ کتنا۔ ۶ بہت۔

چتاری[1] قضا کا جو اتریا اتھا — کہ صورت عجائب وہ چتریا[2] اتھا

دو کو[3] نیں[4] تو ویسا مصور کہاں — چترنے[5] کوں صورت پری کے بہاں

چنچل مدہ کی ماتی[6] نزاکت[7] کی دھات — پھرے نت[8] ہمیشہ سہیلیاں سنگات[9]

گرب[10] ناز ماتی وہ پھرتی اتھی — کہ اس دیو پوجا وو کرتی اتھی

تھی محبوب عالم کی وو گل بدن — کہ چندر جیسے دیکھ کرتا سرن[11]

برس ایک بعد از کو جتر[12] اوہاں — بھرے خلق آوے سو لاکھاں[13] وہاں

سو کئی جنس بازار کے رنگ کیاں — ہریک خوش نما ہور خوش انگ[14] کیاں

لکاوے[15] کتیک جنس اوتار واں — منگے جو دیکھے سوئے ہریک دہاں

اپس وضع بازار ہر ٹھار[16] تھا — چھپا[17] راستہ حسن گلزار تھا

ع۱ مصور ع۲ تصویر کھینچی تھی۔ ع۳ وہ تو کہئے۔ ع۴ نہیں۔ ع۵ تصویر کھینچنا۔ ع۶ متوالی ع۷ مجسم نزاکت۔
ع۸ ہمیشہ۔ ع۹ ساتھ۔ ع۱۰ غرور ع۱۱ محبوب ہونا۔ ع۱۲ جاترا۔ ع۱۳ لاکھوں ع۱۴ سڈول۔ ع۱۵ دکھائی دے۔
ع۱۶ ہر جگہ۔ ع۱۷ چھپ چھپ اور چھپنا بمعنی شرمانا یعنی راستے کی آرائش دیکھ کر گلزار حسن بھی شرما جائے۔

در تعریف مہیار گوید

دُوجا[1] کیئں شہر میں اتھا بخت ور — تجارت میں فاضل وو صاحب ہنر
کتے[2] کیاں ونتاں[3] ادک[4] بے مثال — دھرے ایک فرزند صاحب جمال
سگل تربیت سیتی[5] ہشیار کر — رکھیا نانو اس کا سو مہیار کر
ہنر ہور فراست میں کامل اتھا — فصاحت بلاغت میں فاضل اتھا
ولے عشق دل پر تھا حاصل بہت — اتھا خوب صورت کا مائل بہت
پرم[6] باس ہر کیئں[7] کی سنگتا[8] اتھا — خدا پاس دل بر کوں منگتا اتھا
الٰہی مجے خوب صورت دکھا — پرم کا پیالہ سدا مجہ چکھا
یکایک رحمان ہوا مہرباں — دیا اس کوں معشوق کا ویں نشاں
سنگیا باس کیئں اس چنچل کا اونے — چنچل ات[9] چھبیلی نچھل کا اونے
سُنیا سوچ اس کا دیوانہ ہوا — کہ عاشق کو[10] اُنے کوں بھانا[11] ہوا
دھریا یو پنچ دل پہ کہ جاؤں وہاں — مگر اس پری کوں تو پاؤں وہاں

---

[1] دوسرا۔ [2] کتنے ہی [3] بیویاں [4] بہت [5] سے۔ [6] محبت کی بو۔ [7] ہر جگہ کی۔ [8] سونگھتا تھا۔ [9] بہت [10] کھانے کو۔ [11] بھانا۔

فراقی برہ[1] کا ہو نکلیا اونے ‏ ‏ برہ کے صدر[2] سرتے چکلیا[3] اونے

برہ کی سلگ آگ من کوں لگی ‏ ‏ جلا من کو کر راکھ تن کوں لگی

کہ جس سر برہ کی اگن آپڑی ‏ ‏ یقیں ہے کہ مشکل اسے سر کھڑی

کہ جس سر برہ کی اگن ہے سہی ‏ ‏ جلے گا تو عاشق ہمیشہ وہی

عشق کا مراتب کسے فام[4] ہے ‏ ‏ کہ عاشق کوں[5] انا کٹھن کام ہے

برہ کی بلا یو عجب ہے بلا ‏ ‏ کبل[6] اس بلا کون تی ہے بلا

ہر یک کوئی عاشق کو آتا اہے ‏ ‏ دلے اس کہاں فن یو آتا اہے

کہاں یو حکایت کہاں میں ڈھلیا[7] ‏ ‏ بچن کا تنگاور[8] کہاں لے چلا

۱۔ ہجر ۲۔ سینہ ۳۔ دبانا، بھینچنا ۴۔ سمجھنا ۵۔ کہلانا ۶۔ بہت سخت ۷۔ ناچیز ۸۔ تیز رفتار گھوڑا۔

بیانِ رسیدنِ عاشق بہ مُلکِ معشوق و شنیدنِ برآں

که عاشق صِفت وو جنگل تیر کر — یکا ئیک آیا اسی دیر پر
قضا دیکھو لائی کہاں تے کہاں — اسی دیس جتر ا بھریا تھا وہاں
دیکھیا آ تماشا کتے دھات کا — ملیا تھا خلق بہوت کی بھانت کا
که پھرتا اتھا دیکھتا پوکدن[1] — خبر ہوئی کہ آتی ہے چندر بدن
سنیا واں چنچل کا گیا غلغلا[2] — کیا غلغلا ہور اوسی سر بلا
کھڑے لوگ سارے تماشے بدل — کہ آتی اہے وو چھبیلی نول[3]
یکا ئیک وہ آکے نکلی وہاں — بلا اس ہوئی جوں بلا ناگہاں
کہ دیکھیا اسے جوں وفادار او — ہوا وینچہ[4] عاشق کہ یکبار او
سلگ آگ برہے سوں جلنے لگیا — عقل ہوش تن سوں نکلنے لگیا
نزک[5] جا کے بولیا کہ سُن اے پری — مجے تجہ لطافت دیوانہ کری
دیوانہ ہوں تیرا، دیوانے کے تئیں — اَپس[6] تے نہ کر دُور جانے کے تئیں

---

۱ چاروں طرف ۲ شہرت ۳ عجیب ۴ وہیں ۵ نزدیک ۶ اپنے پاس سے۔

دھریا آس تیری، نراشی[1] نہ کر — جفا پر مجے توں کراسی نہ کر

سو تج بن مجے کوئی ہونا نہیں — کہ بن جل پہ مچھی[2] کا سو جینا نہیں

کتا ہوں تجے میں کہ اے گن بھری — توں کرنا ایتا[3] کچ مری دل بری

سو یوں کہہ ادب سوں نیوڑ[4] کر او نے — دھریا سیس[5] اس کے چرن[6] پر او نے

لکد مار اس کوں اوٹھی بول یوں — "سمج کچ اپس کوں اے بے ڈول توں"

"ہندو میں کہاں ہور ترک توں کہاں — کہاں رام سیتا مُرکھ[7] توں کہاں

"کہاں میں چندر ماں کہاں توں دیوا[8] — کتا کیا موئے توں دیوانہ ہوا"

جھڑک بول اس کوں وہیں پھر چلی — اوٹھی دل میں عاشق کے وہیں تلملی

سٹیا دل سوں عیش و جوانی کے تئیں — لگا خاک بھر مو پیشانی کے تئیں

برہ کی بھٹی کی لگا راک تن — سٹیا پھاڑ کپڑے ہو چالاک تن

سگل[9] ہوش تن گی دیوانی ہوئی — دیکھو خوار اس کی جوانی ہوئی

جوانی کی خواری بہت ہے بری — جوانی کی زینت ہے زینت گری

برہ میں جلیا سو جواں پیر ہے — کہ مرنا و جینا اوسی[10] سیر ہے

جوانی ہے معشوق دل کی سچی — وگرنیں جوانی پیراں کی رہی

۱۔ مایوس ۲۔ مچھلی ۳۔ اتنی زیادہ ۴۔ جھک کر ۵۔ سر ۶۔ قدم ۷۔ بیوقوف ۸۔ چراغ ۹۔ تمام ۱۰۔ اسی کے سر ہے۔

جوانیچہ[1] کرتی ہے دل پر ستم — کرے چونکہ معشوق سہتا قدم
جوانی کی دوری دیوانہ کرے — پچھیں تن ضعیفی کا بھانا کرے
کہاں وو حکایت کہاں حال مج — کہاں او جوانی کہاں چال مج
کہ عاشق یکایک برہ کا اسیر — لگا خاک موں کوں ہوا جوں فقیر
بچن اس موہن کا زباں پر اونے — دھریا یاد سب جا بسر[2] کر اونے

بازگشتن مہیا از دیر سرگشتہ شدن و گردیدن

چلیا یوں بکتا روانہ ہوا — "کتا کیا موئے توں دیوانہ ہوا"
نہ دیکھے نظر بھر کدھیں[3] نا کسے — ہوا پار پربت وو بھرنا[4] او سے
سٹیا[5] کھان پانی و سونے کوں بھی — لگیا بھوت ارڈا[6] کے رونے کوں بھی
برہ کی اگن نت سلگنے لگی — جنوں[7] نت بلا ہو بھکنے لگی
فراقی ہو باؤلا[8] بلا سر لئے — سینا پھاڑ دکھ[9] سوں جگر چہ لئے
ہو مجنوں جنگل مال[10] پھرنے لگیا — و شنتر[11] پکڑ بھوت جھرنے[12] لگیا

۱ جوانی ہی ۲ بھول کر ۳ کبھی ۴ برداشت کرنا ۵ چھوڑ دیا ۶ چلا کر ۷ گویا کہ ۸ باولا ۹ دکھ ۱۰ باغ ۱۱ بری حالت ۱۲ رونا۔

افتادن مہیار در شہر بیجا نگر و دلداری کردن بادشاہ آن شہر

کہ پھرتا چلیا یوں کیتک[1] دیس کوں — زمیں کاٹ انپڑیا[2] وو یک دیس کوں

یکایک دسیا[3] شہر یک دور تھے — سنوارے شہر یک مگر نور تھے

سو اس شہر کا ناؤں بیجا نگر — جو ہے شاہ سلطان فاضل کگر[4]

فراقی برہ کا ہو نکلیا بہار[5] — ہوئی اس کوں حاصل دکھیوں و نار[6]

نہ کھاتا نہ پیتا سو روتا اتھا — کدھیں نین بھر سک[7] سوں سوتا نہ تھا

در تعریف شاہ ملک دیگر و دستگیری نمودن مہیار

اتھا پادشاہ واں کا گن گیان کا — پر اپکار شاہاں میں لئی[8] مان کا

سخاوت میں فاضل فقر دوست تھا — دھرم پر اسے بھوت ناموس تھا

دھرم کوں دھریا تھا زباں پر اُنے — دھرم کا دریا تھا سراسر اُنے

اتھا پادشاہاں منے[9] نیک نام — وو کرتا اتھا نیک نامی کے کام

---

١ کتنے ہی ٢ پہنچا ٣ نظر آیا ٤ کہہ کر ٥ باہر ٦ عورت ٧ آرام سے ٨ بہت ٩ میں۔

قضا سوں جو یک دیس وو شہریار | کمر باندھ نکلیا سو کھیلیں شکار
چلیا جیوں نکل اُن شہر بھار ہو | تُرنگ چڑ تجمل سوں اوس ٹھار ہو
دیکھیا اس دیوانے کوں آتا اہے | کہ بکتا بچن پونچ گاتا اہے
کتا یکیا ہوئے توں دیوانہ ہوا | دیوانے ہوئے توں دیوانہ ہوا
ترک آ محبت سوں ہٹکیا اسے | لگا عشق کس پر توں اٹکیا کسے
گیا جا اوسے اہے دوانے بشر | کہاں سوں تو آیا چلیا ہے کدھر
ہوا ہے توں عاشق سو کس حور کا | ہوا بتلا یوں سو کس نور کا
ترا من لگیا کاں سو کہہ توں مجھے | جو معشوق تیرا ملاؤں تجھے
توں انسان پر یا پری پر فدا | یا خفتی سو مجنوں ہو پھرتا سدا
جتا کر کے پوچھیا سخن باصواب | ولے یک دیا نیں اسے اُن جواب
بجھیں پونچ سمجیا کہ یو صاف ہے | پرت کے بچن کا یو صراف ہے
اسے کچ طمع تو دنیا کی نہیں | وگر ہے تو غیر از فنا کی نہیں
پھر باد و سواری تے اوس لے سنگات | منا تا چلیا بات میں دھات دھات
ہوا ہے توں عاشق سو معشوق پر | لگیا ہے من اور محبوب پر
پکڑ ہاتھ اس کا چلیا گھر کے تئیں | ملاؤں اُسے اس کے دل بر کے تئیں

۱ دن ۲ گھوڑا ۳ یونہی ۴ متوجہ کرنا ۵ کہا ۶ خبطی ۷ جتنا ہو سکتا تھا ۸ اس کے بعد ۹ ایسا ۱۰ یہ

بردن بادشاہ ماہیار را در محل خود و نمودن زنان خود را

جو آیا محل میں اسے ساتھ لے — حرم میں چلیا ہاتھ میں ہاتھ لے

منور حرم اس رتن چار تھے — رتن چار یعنی حرم چار تھے

سو ہر یک حرم میں سہیلیاں کتیاں[۱] — اتھیاں[۲] خوبصورت چھبیلیاں جتیاں[۳]

سگل[۴] جھنڈ[۵] بھریاں جوں پریاں دم بدم — مکلل زر بفتی[۶] میں سر تا قدم

مگر گھن[۷] رتن ڈھیر کیاں در جکاں — سو ایسے جھلک سوں اچھیں یو جکاں

جرات گر سیا تھا انو تن سگل — مگر گھن رتن کے وہاں بہت نکل

جتیاں سب پریاں وو رتن سا[۸] کیاں — وسیں بھر رتن سوں رتن سار کیاں

کہ شہ اس حرم میں دیوانے کے تئیں — لجا کر بٹھایا دوانے کے تئیں

وتے سب حرم کوں بلا کر حضور — گھڑیاں کر نظر تل دکھایا ضرور

وے اُن کیا نیں کسی پر نظر — اتھی و وچ[۹] ناری دردنی[۱۰] بھیتر[۱۱]

نہ اس کا کسی سوں نہ کچ کام تھا — بچن اس موہن کا اسے دام تھا

دیکھیا شاہ جو یاں تو تدبیر نیں — پکڑ ہاتھ اس کا چلیا پھیر کیں[۱۲]

۱ کتنی ہی ۔ ۲ تھیں ۳ جتنی بھی ۴ سب ۵ عشوہ طراز ۶ زرین لباس ۷ نکمان ۔ ۸ معدن ۹ جیسی ۱۰ دہی ۱۱ نازل ۱۲ میں کہیں

طلبیدنِ بادشاہ خود وزیر را و فرستادن در محلِ او مہیار ا

بلا پاس اپنا حکومت وزیر ۔۔۔ کہیا سُن عقل کے تو دانا گنبھیر
مرے دل پہ یوں ہے کہ مجذوب یو ۔۔۔ اٹک کیں گنوایا ہے محبوب یو
دِوانہ کہیں خوبصورت کا ہے ۔۔۔ وگر نیں سپن[1] دیکھ مورت کا ہے
نیت میں رکھیا ہوں کہ اس کی مُراد ۔۔۔ محصل کروں تا کہ ہوے یو شاد
اسی کام بدلے حرم کے بھیتر ۔۔۔ لجا کر دکھایا سبوں کوں سنور
ولے اُن نہ کیتا[2] کسی پر نظر ۔۔۔ نہ کیتا بچن ٹک زباں کھول کر
دِیا یو کسی پر بھی اٹکیا نہیں ۔۔۔ کسے دیکھ کو کچ بھی ہٹکیا نہیں
اَتا[3] اس لجا کر تو اپنے محل ۔۔۔ دکھا خوش لقایاں و شیریں شکل
کہ شاید کسی سوں کرے بات یو ۔۔۔ صورت دیکھ اٹکے کسی سات یو
قبول بات کر وو خردمند وزیر ۔۔۔ پکڑ ہات اس کا چلیا گھر کے دھیر
سبوں کوں دکھایا حرم میں لجا ۔۔۔ ولے اُن سٹیا[4] نیں اپس کا وزا[5]

---

۱ خواب ۲ کیا ۳ اب ۴ چھوڑا نہیں ۵ وضع ۔

پچھیں دو حکومت پناہ سریر گیا[1] جا کے شہ کوں یو روشن ضمیر
یو مجذوب کی طرز عجائب دِسے[2] سبوں سوں ہمیشہ تو بے غرض دسے

حکم کردن پادشاہ مر وزیران و امیران خود کہ یک یک خانہ درہا بردہ زنان خود ہارا بنمایند مہیار را

ہوا حکم شہ کا وزیراں اُپر جتے اس شہر کے امیراں اُپر
ہوا یوں ہر یک پر کہ اپنی حرم لجا کر دکھانا اسے کر کرم
ہر یک دیس[3] ہر یک لجانے لگے لجا اس حرم آپ دکھانے لگے
دلے اُن کہیں کچھ نہ کیتا نظر نہ کیتا بچن یک زباں کھول کر
ولے اُن کسی پر نہ کیتا طلب خبر واں کی انپڑی جو اس شہ کوں تب
ہوا چونکہ شہ پر یو ظاہر حوال[4] پڑیا نیں پسند اس کسی کا جمال

---

[1] کہا [2] نظر آئے [3] دن [4] احوال ۔

ندا دادن بادشاہ در شہر خود چہ ہندو چہ مسلمان ہمہ زنان خود را بنمایند

دیا حکم شہ نے ڈھنڈوری اُپر — کہ جاں لگ زناں ہیں شہر کے بھیتر
گھرے گھر لجا کر دکھانا اُسے — جہاں لگ کہ ہندو مسلماں بسے
برس ایک لگ اس لجاتے اتھے — جتیاں[1] خوبصورت دکھاتے اتھے
وتیاں[2] سب دکھانے زدیوانے کے تئیں — جو دیکھے دیوانہ وو معشوق کہیں
دلے اُن کسی پر بھی اٹکیا نہیں — انتہا جو شرط او سوچ کیا نہیں
ہوئی جو خبر یو اسے شاہ کوں — کہ نیں انت[3] اس کی طلب راہ کوں

بعد پرسیدن بادشاہ مردمان را سرانجام او نشانی قاصد را

پچھیں شاہ عالی کرم نام کا — پوچھیا یو خبر اس سرانجام کا
دگر کس ملک میں اگر ہوئے تو — کہو مجہ نشانی اگر ہوئے تو
جہاں کو اچھے گی پری وو موہن — اگر در خسر اساں وگر در یمن

۱ جتنے ۲ اتنے نام ۳ انتہا۔ حد۔

اگر کوئی کہے تو لجاؤں شتاب — لجانا اسے منجھ[1] بڑا ہے ثواب
تفکر کر اس بات کوں شہ گنبھیر — ڈھنڈنے دیا بھیج قاصد کوں پھیر

جواب دادن پیر سیاح از ملک معشوق و مر بادشاہ را

انھا کوئی شہ کن کہن سیر کا — جو پوچھا خبر اس کوں اس دیر کا
زمیں چوم بولیا کہ اے تربتی — کہ یک راج ہندو ہے رنگراپتی
اسے ایک بیٹی ہے چندر بدن — کہ چندر جسے دیکھ کرتا سرن
پری بھی اِتی[2] کیں نورانی نہیں — صورت میں اسے دوسرا ثانی نہیں
جوانی میں ہے آج اور مستی — ہے محبوب سب میں او رنباوتی
یوں خوباں کا سردار اس کوں کیا — دنیا میں کی خوبی اسے سب دیا
ہے سندر پٹن ناؤں اس شہار[3] کا — نہ اچھے[4] سے کہیں شاد اس سار[5] کا
بڑا ایک نگر واں ہے سندر پٹن — چندر اس نگر کی ہے چندر بدن
کہ ہے دیو[6] یک اس نگر میں مشور[7] — پجے[8] کوں پری ادسو آدے ضرور
اگر یو دیوانہ جو جاوے وہاں — یقیں ہے کہ پاوے دل اس کا نشاں

---

۱ مجھے ۲ اتنی ۳ شہر ۴ ہوگا ۵ اس طرح کا ۶ دیول، مندر ۷ مشہور ۸ پوجا

شنیدن بادشاہ بزبانِ پیر خبر ملکِ معشوق و رواں شدن با سرانجامِ مہیا مع ہود

سُنیا شاہ جب یو وہاں کی خبر — لیا ساتھ اپنے کِتِک[1] مختصر
خزانہ کِتا ہور دیوانے کے تیئں — روانہ ہوا شہ لجانے کے تیئں
وہیں کوچ پر کوچ جانے لگیا — او ہر یک نگر کوں پچھاے[2] لگیا
ہر یک شہر میں جا پُچھانے لگیا — سو خوباں وہاں کیاں دکھانے لگیا
کہ او شہر تو کیں سنپڑتا نہیں — یو مقصود کوں کیں انپڑتا نہیں
نہ کس کوں دیوانہ پچھانے کیدھر — اگر حور تے کوئی اچھے خوب تر
ہوا شاہ پھر پھر بہت پشیماں — نہ اس کا کہیں ہوے خاطر نشاں

رسیدن بادشاہ بملکِ چندر بدن و صلح نمودن مہیار با او

کِتیک دیس بعد از زمیں سیر کر — رہیا شاہ آکر اسی دیر پر
جو اتریا سو اس شہر کے آ نزیک — دیوانے کے دل کوں دھڑک ہوئی ادیک[3]
دیوانے کو جیوں دیر دسنے لگیا — خوشی ہوا پس من میں ہنسنے لگیا

۱؎ کتنا ہی ۲؎ پیچھے جھیا ۳؎ زیادہ۔

سمج شاہ دل میں پچھانیا وہاں | کہ مطلوب اس کا ہے حاصل یہاں
نزک[1] شہر کے جا کے کیتا مقام | کیا شاہ نے اس دکھانا تمام
نکل اٹھ چلیا شہ دیوانے کوں لے | اسی ٹھار لیایا[2] دکھانے کوں لے
کہ جس روز کوں شہ یو پہنچا اتھا | اوسی روز بھی واں یو جبرا اتھا
ہوا وقت پوجا اسی دیر کا | دوجا[3] غلبلا[4] اس پری سیبر کا
لگی فوج درسن[5] نپٹ گا جنے[6] | خوشی سوں دیوانا اٹھیا ناچنے
کہ شہ بیٹھ واں ایک ندی[7] پر گکر[8] | کھیا بھیجنا ایک حاجب سگھڑ[9]
بلایا سو حاجب کوں شہ نیک نام | کہو جا کے راجے کوں میرا سلام
کہ ہے راج رایاں کیرا[10] راج توں | نہیں ملک میں جوڑ تج آج کوں
زمانے میں تج جوڑ ثانی نہیں | زمیں پر تو تج[11] سار گیانی نہیں
پرا[12] پکار جوں بکر ماجیت ہے | سو اوس تے بڑا توں مہا جیت[13] ہے
ہے دنیا میں خوش تیری اوتار[14] گی | سُہیں جگ میں تج کوں یو چوسار گی
ہندو راج میں جوں کہ اندر اہے | مسلمان میں جوں سکندر اہے
انوں شہرا ہے خوب تیرے بنیاد | اگر رحم میں ٹھہرا انوں تے زیاد

---

۱ نزدیک ۲ لایا ۳ دوسرا ۴ شہرت (دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ چندر بدن پوجا کے لیے آرہی ہے) ۵ درشن ۶ چوبداروں کا نعرہ لگانا۔ باجوں کا بجنا ۷ ندی ۸ کھہ کر ۹ سلیقہ شعار ۱۰ کا ۱۱ تیرے جیسا ۱۲ بے غرض احسان کرنے والا۔ ۱۳ فاتح اعظم ۱۴ آمد۔

اول کے زمانے کے لوگاں منے
زیادہ دسے اس ملوکاں منے

اول کے جو لوگاں اتھے یوں بُدھان[1]
انہیں کے جو فرزند کوں دیتے تھے دان

کروں گا عرض میں تو دینا مجے
سنے گا اگرچہ سکت ہے تجے

سو بخشوں تجے سلطنت ہے جتی[2]
کواؤں[3] ہندا میں، ترا خدمتی

کہ ہونا تو سب ملک لے راج یو
کہ بخشوں تجے تخت ہور تاج یو

سنے تو اگر بات میں ہوں غلام
کہ ہت[4] جوڑ خدمت کروں میں مدام

کہ یہ وضع سیتی سُرا[5] کر اونے
دیا بھیج حاجب کوں راجے کنے[6]

یو سب بول بعد از تو اتناچ[7] بول
کہ دھرتا اہے تو جو بیٹی امول

سو رنباونی کو نچ توں دان دے
او بیٹی مجے دے کے بیٹا یو لے

سو مہیار بیٹے سوں کر کارخیل[8]
کہ ظاہر دسے اس حقیقی میں میل

کہ مہیار کن لے غلامی کا خط
کہ فرزند کہاوے[9] سو ہے اس کنے بخت

ادب سوں نزک جا کے بولیا اسے
زبانی کیا شہ[10] سنایا اُسے

فرستادن حبس خا بادشاہ نزدیک بدر چندر بدن

سنیا سوچ راجے نے وین ڈنگ ہوا
ہوا قبض جوں روح جیتا[11] موا

۱؎ اختر ۲؎ جتنی ۳؎ کہلاؤں ۴؎ ہاتھ ۵؎ سراکر ۶؎ کے پاس ۷؎ اتنا ہی ۸؎ بڑا ۹؎ کہلاوے ۱۰؎ کہا ۱۱؎ جیتے جی مرگیا۔

کتیک وقت بعد از خبردار ہو — کہ سن حاجب نیک گفتار یو

توں کہہ جا آنا شہ کوں میرا اسلام — کہ جس کی زباں تھے ہے اتنا کلام

کہ تعریف توں شہ کی بولیا جتی — وہ تیری زباں نئیں سو میری اتھی

بزرگاں جو ہیں سو بزرگی دھریں — کمینے کوں یوں سرفرازی کریں

مدد تیرے سر پر سو حضرت علیؑ — مدد شاہ تج کوں ہے جملہ ولی

توں صاحب جہاں کا ہے صاحب کمال — جو تیرا افضیلت ہے دو جگ اوجال[1]

توں ایسا جہانگیر اے نیک نام — سکندر کا ہے تخت تیرا مقام

کہ اس وقت ہوے سکندر اگر — سو بوجھے ترے مرتبے کا قدر

سو مجہ پر غلامی بھی ثابت ہوئی — تو سلطان میرا سچا غزنوی

غلامی میں ہندو ہوں کمتر غلام — ترے ساتھ پھر میں کروں کیا کلام

بندا میں کمینہ ہوں زنگرا یتی — کروں جیو اپنا فدا تج پوتی[2]

مبارک تجے تخت ہور تاج وو — کہ ہونا تو سب ملک لے راج یو

کہ تعریف کرنے نہیں مجہ زباں — خدا کا ولی تو اہے بے گماں

جو کچھ تو کہا سو دنیا کی رسم — ولے ہم کوں دنیا میں ہندو جنم

۱۔ روشن کرنے والا ۲۔ تجھ پر سے۔

ولے کیا کروں میں کہ پَر ذات دد — کہ ہوتا ہے مجہ سر پہ آگھاٹ[1] یو

لکھیا ہے ہمارا سو ہندو جنم — مسلمان کوں کیوں ہو ہندو حرم

مسلمان کو تو شرف حق دیا — یو ہندو جنم سب میں کمتر کیا

مسلمان کے گھر میں ہندو کی جائی — کہ عورت مرد ہو وے جوں بھائی بھائی

سنیں گے جو اس بات کوں راج کوئی — نہ کرسے[2] ملک میں مرا لاج کوئی

کریں گے ملامت مجھے لک[3] ہزار — تو جا کر آتا شہ کوں کہہ یوں بچار

سو یو کام راجا اپیں[4] کیا کیا — مسلماں کوں ڈر کے بیٹی دیا

کیا بی[5] منت شاہ اس دھات سوں — ولے یو نہو[6]سے مرے ہات سوں

اگر من میں ہے تو ہمن[7] سب کو مار — دیا دل میں کا کاڑمٹ[8] یو بچار

جو مارے تو راضی ہوں بخشوں میں خیال — دیا بات ایسی نہ کرنا زبوں

کہ جیوں[9] آئے ہو تیونچہ[10] پھرنا بھلا — یو احسان مجہ سر پہ دھرنا بھلا

دیا میں کہوں کیا کہ پَر ذات ہے — ہندو زن سے ملنا نرک گھات[11] ہے

رضا دیکھ پورا کیا یوں کلام — چلیا پھر کے جوں حاجبِ نیک نام

---

۱ مار، چوٹ ۲ کریں گے ۳ لاکھ ۴ آپ ۵ منت بھی کی ۶ نہوگا ۷ ہمیں ۸ نکال پھینکا
۹ جیسے ۱۰ ویسے ہی ۱۱ دھوکا

مُراجعتِ قاصِد

جو کچھ تو حقیقت سنیا تھا اونے — زبانی کہیا کھول شہ کے کنے[1]
جو حاجب کہیا بات شہ سات مل — سنیا شاہ نے سو رہیا ہو خجل
کہیا اب کروں کیا منت سب سری[2] — رہی اس دوانے سوں فکر اب مری
کیا شاہ کیا پھر کے جانا اتال[3] — خلق کوں سو کیا مُکھ دکھانا اتال
سٹوں[4] پادشاہی، فقیری لباس — فقیر ہو کے بیٹھوں دوانے کے پاس
دوانے سوں بھی میں دیوانہ ہوا — کہ سوگند مجے پھر کے جانا ہوا
ملک، مال، فرزند، چھوڑوں عیال — ہو جوگی پھروں اس دوانے دنبال[5]
سٹوں عیش و عشرت و کھانے کے تئیں — کئے بن سرانجام جاسوں[6] نہ ہیں
جو حاجب دیکھا شاہ کو بیقرار — زمیں چوم بولیا کہ اے تاجدار
نزک آکو بیٹھا ادب کے روش[7] — کہا تج نہ یاں آشنا کوئی خویش
نہیں کوئی تج کوں نصیحت کرے — سبب کیا جو بیہودہ غم میں مرے
کسی کے بدل یو ملامت لیا — نہ یوں کوئی کرسے[8] توں ایسا کیا

---

1. کے پاس 2. تمام ہوئی 3. اب 4. چھوڑ دوں 5. پیچھے 6. جاؤں گا 7. روش (طریقہ) 8. کرے گا

نصیحت سبھوں کوں کرنہارتوں ‏ ‏ طبع عقل کا لئی دھرنہارتوں

سو یہ طرز کی بات کرشنہ کنے ‏ ‏ نہیں کوئی تجہ سا زمانے منے

اگر کوئی اچھے گا محب و حبیب ‏ ‏ پھرا[1] کرنہ لکھ سے کسی کے نصیب

تو اس حق پہ تدبیر لئی[2] کچہ کیا ‏ ‏ ولے اس کے بختاں سوں کچہ نیں ہوا

کسی کے اوپر حکم کیوں کر چلے ‏ ‏ دیوانے کی صحبت دوانہ کرے

نہ کوئی کم عقل فکر ایسی کرے ‏ ‏ دوانے برابر دوانہ پھرے

سو لک[3] عاقلاں میں تجے عقل ہے ‏ ‏ تجے یاد یسی کتی[4] نقل ہے

کہ بے رنگ کیاں ہوتیاں نکو باندلے ‏ ‏ کسی کے بدل تو نکو شاندلے

دوانے کوں لے ساتھ آیا ایدھر ‏ ‏ تو کیوں چھوڑ پھرتا ہے اپنا نگر

شہر ہے یکیلا خلق منتظر ‏ ‏ تو یاں بیس[5] کرتا ہے کیا کیا فکر

کیوں آکاس کا چاند ہات آئے گا ‏ ‏ جھوٹا ہو پشیمان پچتائے گا

سو یاری کے حق میں ایسے یارکاں ‏ ‏ کہ تجہ سار کا بھی خبردارکاں

پھریا سات توں بہوت دل گیر ہو ‏ ‏ کہ سب زندگانی سیتے ہات دھو

وو یوں بول بھیجا ہے حاجب گیا ‏ ‏ شہنشاہ عادل نے سن چپ رہیا

---

۱ کسی کی قسمت بدل کرنہ لکھے گا۔ ۲ بہت ۳ لاکھ ۴ کتنے ۵ بیٹھ۔

ملاقات کردن یار با چندر بدن و مردن عاشق

دیکھو کام اللہ کے اے عزیز ملاتا ہے کیوں لیا عزیز سوں عزیز
اسی فکر میں پھر برس بھر ہوا وو جترا کوں جترا برس بھر ہوا
ہوا وقت پوجا اسی دیر کا دو جا غلبلا اس پری سیر کا
لگی فوج درسن نپٹ گا جنے خوشی سوں دیوانہ اٹھیا ناچنے
یو باتاں کتے ہیں تلک ایک بار خبر ہوئی جو آتی ہے چو سار نار
یکایک جوں نکلی وو گھر تے بہار لٹکتی جو آئی اپیں گل عذار
ملیا تھا خلق ہور بھریا تھا بزار کھڑے دیکھنے کوں ہزاراں ہزار
بہت عاشقاں عشق میں طاق ہیں اوسے دیکھنے بھوت مشتاق ہیں
سو مہیار بھی ان میں شامل اتھا کہ سب عاشقاں میں وہ کامل اتھا
رہے مست وہ عاشقاں میں سدا کرے جیو اس نار پر تے فدا
پڑیا سوچ کچھ سدھ نہ کچھ دھیان تھا سو روں[1] روں میں اس کے وہی دھیان تھا

---

[1] رونگٹا۔ روئیں روئیں میں۔

اول سوں دیوانہ اتھے یار کے ۔۔۔ اتھے مست دیکھن وو دیدار کے

دنیا میں خوشی یو ہے خوشتر گلال ۔۔۔ کہ عاشق کوں معشوق کا ہوے وصال

لذت اس خوشی کا اسیچ[1] فام ہے ۔۔۔ کہ جس سر برہ کا کٹھن کام ہے

کہ جوں ناز ماتی وو چندر بدن ۔۔۔ نکل آئی اس دیر پو جا کرن

دیکھت اس پری کوں دیوانہ ولے ۔۔۔ پڑیا دوڑ کر جا وو قدماں[2] تلے

ہوا مست جب دیکھ گرنے لگیا ۔۔۔ پکڑ پانوں پیاروں سوں پڑنے لگیا

نین دل کے او اس کوں دیکھن لگیا ۔۔۔ گرنیگ کی نیناں سوں پوچھن[3] لگیا

دیوانی اتھی دل میں وہ گلبدن ۔۔۔ جو دیکھی کہ عاشق نے پکڑیا چرن

جو دیکھی سو پھر عشق کا جوش ہو ۔۔۔ کہ سب ہوش اس تے فراموش ہو

کہ جیوں وو چھبیلی چنچل نے دیکھی ۔۔۔ ہوئی مبتلا پن اپس سدھ رکھی

ولے شرم سوں نیں دکھائی ذرا ۔۔۔ نہ ظاہر کیتی کچ اونے موں پھرا

درونی[4] میں جلتی وو چالاک تھی ۔۔۔ ولے سدھ رکھی تھی اپس چاک تھی

وو جلنے لگی عشق کے دھگ[5] منے ۔۔۔ سو ظاہر دکھائی اپس جگ منے

ہنسی[6] میانے بھا کر چھپائی اونے ۔۔۔ نہ اس نار کا بھید پایا کنے

۱۔ وہی سمجھتا ہے ۲۔ قدم ۳۔ پوچھنے لگا ۴۔ دل میں ۵۔ جلن سوزش ۶۔ اس نے اپنا راز ہنس کر چھپا دیا۔

زباں کھول بولی قہر کے رموز — "جیتا ہے دوانے موا نیں ہنوز"
پری جو چھپائی اسے باؤلی[1] کوں — کہ عاشق سچا تھا او مج ناؤں کوں
ملاقات تج مج ہوا اک برس — بھی آیا ہے اس ٹھار توں دھر نرس[2]
سنیا جب بچن یو اونے کان دھر — قبض ہو چلیا روح اسمان پر
یو دیکھی موا کر کے چندر بدن — چلی اوٹھ وہاں سوں اپس گھر کدھن
جو دیکھی تو اوس غم تے جلتی چلی — شرم سوں خلق کے وہ گلتی چلی
وہیں تھرتھراتے چلی گھر بھیتر — سو رونے لگی اس کے تئیں یاد کر
جلا دوکہ سوں غم کا درونا[3] تمام — رکھی یوں چھپا کر نہ ہوئی کس کو فام
وہ عاشق اتھا مجہ سیتی دھر غرض — ہیں معشوق اس کی رہی بے غرض
عبث بات پر مجہ دیا جیو کوں — کہ اوس باج اتا ہیں رکھوں جیو کوں
اتا جیو رکھے سو بڑی بے شرم — کہ سچ عاشقاں میں نہیں یو دھرم
ہنسے بھوت دن اب سو رونا بھلا — سو جاگے بہت اب سو سونا بھلا
نہ تھا فام مجکوں مرے گا اگر — کہ پتھر سٹی میں اپس پاؤں پر
ہنسی بھوت میں اب سو رونا جنم — سو جا خاک میں اب سو سونا جنم

۱۔ بیوقوف۔ دیوانہ ۲۔ بے مزہ۔ خراب ۳۔ دل۔

کہے عاشقاں پر یو کیا گھات ہے   نہیں گھات یو وصل کی رات ہے
سو اس نار پر درد کاری ہوا   دو دکھ اس کے مرن کا سو بھاری ہوا
سو عاشق ہوا کر دو دوکھ میں جلی   سو جلنے سے ناتاب لیا تلملی
مقیمی پچن کا ترنگ سوار توں   بسرکاں چلا ہے تو مہیار کوں
بھریا عاشقی کا جو بازار آج   کیا برہ سیتیں یو تکرار آج
شہیداں منے یو مشرف ہوا   کہ معشوق کوں دیکھ عاشق ہوا
دیکھیا شاہ نے جیوں کہ عاشق ہوا   جو دیکھا سو اوس کوں تعجب ہوا
عجب پاک ہور صاف تھا دل منیں   دیا جیو یاری کی منزل منیں
مگر جیو مٹھی بیچ پکڑیا اتھا   وہ کچھ جیو دینے بار[1] لایا نہ تھا
کہ شاہ دیکھ اوس کو برا مان کر   انجھو[2] لا لیا دوکھ کے نیناں بھیتر
کہا بادشاہ بعد ازاں اے عزیز   مشقت تو بیری ہوئی کچھ نہ چیز
جو میں لے کے تجھ کوں سو پھرتا اتھا   تو معشوق کا دھیان دھرتا اتھا
کہا یوں کہ اے یار توں کیا کیا   کہ یاری کی خاطر اپس جیو دیا
تجھے لے پھریا شہر ہور[3] گاؤں میں   نہ دیکھا اتھا دھوپ ہور چھاؤں

---

۱ دیر ۲ آنسو ۳ اور ۔

برس ایک بعد از شہر آئیا — تجے لیا کے معشوق دکھلائیا

توں یہاں لگ سو آکر نہ پایا مُراد — ہمارے سو دل کو کیا نئیں توں شاد

جو اتنے میں اکبارگی غسل ہوا — کہ معشوق کوں دیکھ عاشق موا

اٹھیا دُئیں خلق کا وہاں غلبلا — کہ عاشق دیا جیو یہاں تلملا

دیکھیا شاہ نے اس دیوانے کے تئیں — فنا ہو پڑیا تن بہانے کے تئیں

کیا عشق اس کا عجب پاک تھا — جیتے جیو واصل ہو چالاک تھا

ہر یک کوئی عاشق ہوا ہے صحی — ولے ہے نزاکت میں کامل یہی

کہاں عشق اتنا جو حاصل کرے — کرے تن فنا جیو واصل کرے

سچے عشق کا پنتھ[1] مشکل بہت — دھرے سر بلا پر تو کامل بہت

بلا سو سنا[2] کچ سہل کام نئیں — فنا بن اوسے کچ سرانجام نئیں

پرم کی نزاکت کسے فام ہے — کہ عاشق کو انا کٹھن کام ہے

مصیبت قبولے تو کر عاشقی — وگر نئیں تو عاشق کہاں فاسقی

برہ کے رین[3] کوں اجالا کہاں — کٹھن رات جاگے او تالا[4] کہاں

بر امان یوں شاہ افسوس کر — سنیا پھر کے آیا سو ناسوس[5] کر

۱۔ راستہ ۲۔ برداشت کرنا ۳۔ رات ۴۔ بےچینی ۵۔ برداشت نہ کرکے۔

سینے میں تے ظاہر جو آیا ابال — سو رونے لگیا شہ انجھو ڈھال ڈھال
میں اپنا ملک چھوڑ تیرے سنگات — کہ پھرتا اتھا نج کوں لے دین رات
اتا آشنائی کا حق یوں کروں — لیجا کر سو تربت میں اوس کو دھروں

بیان مردن مہیا

کہ جیوں شاہ پایا موا کر اوسے — غسل دے کفن سب پنایا اوسے
اٹھانے چلے وہیں جنازے کے تئیں — قدم کس اوٹھے نیں اندازے کے تئیں
کریں قصد جتا گورستان پر — چلیا نیں جنازہ سو میدان پر
بزاں حکم کیتا وہ عالی جناب — کہ جاتا جدھر کوں لیجاؤ شتاب
کہ جس راہ پرتے وہ چندر بدن — چلی تھی قدم رکھا ایس گھر کدن
چلا دیں اودھر کو تو جانے لگیا — نہیں تو اٹک کر نہ جانے لگیا
پچھیں شہ کہیا یو جنازہ کہاں — کہ جاتا جدھر کوں لیجاؤ ناداں
چلیا جیوں جنازہ اودھر لے چلے — رہیا پھر اٹک اس محل کے تلے
ہوا شور یکدم بہ یکبارگی — کہ اٹکیا جنازہ سو اوس ٹھار بھی

---

۱ آنسو ۲ بعد ازاں ۳ طرف ۴ اس کے بعد۔

سُنی یو خبر جوں کہ چندر بدن — کہ اٹکیا جنازہ اپس گھر کدھن
سو چھپ کر چھجے پر ہوئی سوار وو — تماشے بدل آ کھڑی نار وو
خبر سُن عجائب یو رنگ رہ اپتی — نکل بھار آیا تجمل ستی
ہوئی دیکھ حیراں خلق بھوت یوں — کہ قدرت سوں اٹکیا جنازہ سو کیوں
دیکھیا شاہ، تدبیر چلتا نہیں — جنازہ یہاں تے نکلتا نہیں
بزاں بول بھیجا سو راجے کے پاس — سلام ہور حقیقت بدست خواص
کہ اٹکیا جنازہ چھجے تل حضور — اوسے دفن کرنا ہمن پر ضرور
دلے یو یہاں تے نکلتا نہیں — قضا یو کسی پر سمجھتا نہیں
گماں ہے ہمن پر کہ چندر بدن — کرے کچ ہنر تو یو پاوے دفن
اوسے دیکھ دیول ہیں آکر اونے — "موا نیں" کہی تو موا ہے اونے
دونوں بیچ کیا تھا سو ظاہر اول — ہوا نیں ہمن پر کہیں کچ دخل
اپے آپ آکر جنازہ یہاں — اٹک کر رہیا ہے لجانا کہاں
کرو کچ فکر سیچ اندیشو تمیں — جو اس کو یہاں تھے لجاویں ہمیں
کہا جا کے قصہ یو پورا نول — سنیا جیوں دونوں کان دھر ہو خجل
کہا جیوں کہ سارا یو قصہ خواص — چلیا راجہ سنتاچ بیٹی کے پاس

کیا چل کے ظاہر یو سارا احوال　　سنی، ہور کہی یوں وو چندر جمال
یقیں کر، سمج اے مہاراج تنئیں　　سرانجام اس کا سو کرتی ہوں میں
درونی میں جلتی کہی بات ہنس　　کہ یو کام کرتی ہوں سن راج ہنس
سرانجام اس کا سو کرنے بدل　　رضا مجکوں دینا تو اے شہ نول
کہی "مج رضا دے رضا نے رضا"　　"کروں گی یو میں کام ہر کس وضا"
کہیا، "تج رضا ہے دل و جاں ستی"　　کہ ہر کیوں یو مردہ او چا یہاں ستی
پدر کوں کہی سو ہوا نیں وو فام　　کری یک عجائب میں وو نار کام
سو جا گھر میں بیٹھی نہ کس بول کر　　کہی وو کھرا اپنا کتھا کھول کر
اپس میں اپیں آہ مارن لگی　　سنگھاتی کوں اپنے پکارن لگی
نہ دیکھی اتھی دوکھ جنم میں کدھیں　　رہی تھی سدا یو منم میں وہیں
نہ تھا عاشقی کا مجے فام کچ　　یکایک سر اوپر پڑا کام کچ
کہی یہ جو حاصل یو ہونا مجے　　پھرا جواب لے کر سو دینا مجے
درد عاشقاں پر سو ہوتا ہے کیوں　　سو عاشق درونی میں رہتا ہے کیوں
کہاں تے یوں دوکھ آپڑیا مج اوپر　　خوشی کا مرا سب چھڑایا نگر
درو ٹا پڑیا غم کا مج دل بھیتر　　خوشی حالی کا میرا لٹا سب شہر

یو نو کہہ آج مج جیو کا ساتھی ہوا	یو ساتھی سو مجہ جیو کا کھاتی ہوا
آتا جگ میں رہنا نہیں خوب کام	کہ اس باج جینا اپس کوں حرام
یو دو کہہ نے جلایا جوانی جیون	چھوڑایا اونے آج میرا وطن
اپس میں آتا روؤنا خوب نئیں	مکھ انجھواں سیتی دھوؤنا خوب نئیں
مرا دوکھ کہوں گی تو سرنے کا نئیں	حکایت مری بیگ سرنے کی نئیں
کروں جا کے بیگی یو اپنی فکر	جو ہوئے خدا کا رحم کچ مگر
سو ہے عاشقاں میں یو عاشق اول	کرے قصد مل جانے یہاں تے نکل
ملوں جا کے بیگی میں اس یار سوں	جو نہ اصل کروں جیو اس یار سوں
سو خلوت سے جیون بھار آئی اونے	سہیلیاں کوں اپنے بلائی دونے
سہیلیاں منے اگ سہیلی کوں کھول	کہتی ہوں تجھے میں کہ یوں جا کے بول
کہی جا رضا پاؤں سب کی رضا	میں جا دیکھوں عاشق اپے کس فزا
پدر ہور مادر کوں یو یو سلام	کہ ور راج شاہی رہو تم مدام
وداع ہے تجھے ہور بڑے سوں آتا	وداع ہے ز خویشاں قرابت جتا
وداع ہے عزیزاں و بھائیاں ستی	وداع ہے یو بھاناں و مایاں ستی
وداع ہے سہیلیاں رہو خوش مدام	کروں جا کے عاشق سوں کچھ ہم کلام

خدا پاس جو میں منگی بار بار / مرے بعد مل کر رہیں ایک ٹھار
دعا تو مری وو کیا مستجاب / تو اے ماں رضا دے کہ جاؤں شتاب
کہی الوداع ! الوداع ! الوداع / کہ ہوتی ہوں میں آج سب سوں جدا
سہیلیاں کیتیاں یوں کہ چندر بدن / تو سب سوں جدا ہوتی ہے کس کدھن
کہی یوں وو نازک میٹھے بول سوں / سو بیگی ملوں جا کے اس پیو سوں
وو عاشق موا ہے جو میرے بدل / رہوں میں اتا اب سوں کس کے بدل
رضا مج کوں واجب نہیں ہے اتا / کہ ملنا ہے جا بیگ اس سوں اتا
مرا دوکھ کہوں گی تو سر سے نہ او / حکایت یو میری بسر سے نہ او
رضا دیو سہیلیاں اتا تم تمام / کہو جا کے میرا سبھوں کو سلام
کہ عاشق کی صحبت کروں اختیار / دونوں مل کے گلشن میں رہیں ایک ٹھار
وو چندر بدن بیٹھی اب ٹھار پر / کہی جا اتا شہ کوں بولو خبر
سو بھورا ے راجے کوں یوں جاب دی / ایسیں مکھ کے آفتاب کوں تاب دی
بلائی یکیں کوں ایسی کن ضرور / کہی یوں کہ جا کہہ توں شہ کے حضور
کہو جا کے سبھی شہ کوں میرا سلام / بجد تم ہوے ہیں کہ اے نیک نام
سو لیوں بولو شہ کوں میرے تام سوں / عطا مج ہوا عشق کے جام سوں

عہ ختم نہ ہو گا یعنی بھلائی نہ جا سکے گی

کہ سلطان فاضل تو فاضل اچھے — جو اٹکیا جنازہ سو کامل اچھے
یو ہوتا نہیں کام تمناکوں کو چھہ — کھڑے دیکھتے سب دیوانے ابوجھ
کہ وو کام آساں کروں گی جتا — تمھاری یو مشکل اچھے سو دتا
تمن پاس گر خوب عالم اچھے — کہ تحصیل اس کوں جو سالم اچھے
درنگ کر نہ بھیجو سو مج پاس لگ — جو لیاوے خبر مج تھے تمنا تلگ
گیا جاکے قاصد نے شہ کوں خبر — سن اوس بات کوں شاہ دل شاد کر
کہا شاہ نے پھر کے قاصد کو یوں — کہ سچ بول چندر کتی ہے سو کیوں
کہا شاہ نے یوں مجے ہے فرض — کہ کرنا ادا ہے یو اس کا قرض
کہیا پھر کے قاصد کوں شہ نیک نام — کتا ہوں تجے میں زبانی کلام
کیا حکم اس کو بی کہ بیگ کر — دیا بھیج عالم کوں شہ مختصر
کہ انپڑیا ہے عالم محل کے کنے — کھڑا ہوں تو جا بول چندر کنے
گیا جاکے قاصد پری کوں خبر — سنی ہور محل کے لیا کے بھیتر

چندربدن از بادشاہ عالم طلبیدہ و مسلمان شدن

سو انپڑیا وو عالم پری پاس جوں — انگے آ کیا وو سلام اوس کو یوں

کہی پھر علیک السلام اس کو یوں — زباں کھول بولی بچن خاص جیوں
شریعت میں وو کیا روایت بہت — کہ جس تے بشر کوں ہدایت بہت
اول جس بنا سوں مسلمان ہے — دکھا وو مجی کو جو آسان ہے
کہیا یوں وو عالم علم کا بہت — شریعت میں یوں ہے پری اس نکوت
خدا ایک برحق محمد پچھان — کلمہ کہتے ہیں نبی کا بیان
جتی بت پرستی سوں دل صاف کر — توی دیں سمجھ کر توں انصاف کر
جو کوئی صدق اس دیں میں لاتا اہے — یقیں ہے کہ جنت وو پاتا اہے
اول کر غسل توں پری پاک ہو — سنوار آپ کوں توں سو چالاک ہو
کہیا کھول عالم شریعت بیاں — سنی کان دھر دل میں لائی ایماں
سنی جو شریعت قبولی اونے — صدق لیا کو کلمہ سو بولی اونے
نزاں ہو مسلماں دل و جان سوں — کہ پاوں اجر عشق ایمان سوں
کہی جا کروں میں غسل کس وزا — کہ آتا نہیں مجہ غسل کا وزا
کہیا یوں وو عالم علم کا رویش — کہتا ہوں پری توں یوں کر رویش
اول پاک کر دل کوں ہور تن کوں سب — نزاں آب سہ بار سٹ تن پہ سب
کہی مج رضا دے کروں جا غسل — کہا تجہ رضا ہے کہ کرنا غسل

اوٹھی ہور گئی بیگ حمام کوں / لیے آب کر پاک تن جان کوں
غسل کر وو چندر بدن پاک ہو / سنواری اپس کوں وو چالاک ہو
بزاں آ کے عالم کوں کیتی سلام / کہی مجہ کوں کہہ بھی توں شیریں کلام
ہوا پاک مج تن ہوا صاف دل / وو عاشق انگے ہیں نہو سوں خجل
کفر دل پو کا سب ستی کاڑویں / ستی دیو دیول کوں سب جھاڑویں
خدا ایک محمدؐ پو تے ہوں فدا / مسلمان ہوتی ہوں دل سوں اتا
وو شاہد مرا لاشریک ربی / یو برحق رسول محمدؐ نبی
کتی ہوں کلمہ توں سن گیاں سوں / صدق لیا کے بولی ہیں ایمان سوں
کلمہ کتی ہوں شریعت پچھان / ہدایت ہوا حق تے مج کوں ایمان
کہی لا الٰہ الا اللہ بیگ / محمدؐ رسول ہیں سو تحقیق نیک
سنیا جیوں کلمہ دونوں کان دھر / کہ سب کوں توں جا بول بیگی خبر
ہوئی جیوں مسلماں نیت کر صواب / دلایا ان عالم کوں دے یوں جواب
کہ شہ کوں دعا کر یو یو نشاں / اتا نا اٹک سے جنازہ یہاں
کہی بس اتا بھوت گفتار توں / نکل جا محل سوں سو ہو بہار توں
کہی ہور چلی ویں سو گھر کے بھیتر / سو اٹھ کر چلیا بہار عالم گھر

سو یوں کہہ سوئی جا اپن ٹھار ویں   نکل روح تن سوں چلیا بھار ویں
سہیلیاں سمجھتیاں کہ چندر بدن   گئی نیند ماتی ہو سونے کدھن
ولے نیں سمجھتیاں کہ مہیار نے   قراں ہو کے نکلیا کہ یکبار نے
فنا ہو اپے ہور فنا کر اسے   دکھا خوب حاصل بقا پر اسے
کہاں عشق اتنا جو حاصل کرے   کرے تن فنا جیو واصل کرے
کہاں عشق ایسا جو محبوب سوں   فنا ہو کے واصل ہوے خوب سوں
جتے ہیں یو دنیا جفا شور میں   مرے تو رہے رل کے یک گور میں
شرح سٹ مقیمی پرت پیار کا   قصہ کہہ تو پورا سو مہیار کا

وفات شدن چندر بدن

کہ جیوں بھار نکلیا دو عالم فضل   چلیا دیں جنازہ وہاں تے نکل
رواں ہوا شہ جنازے کوں لے   سو منزل پہ لیا دک اتارے تلے
ملے لوگ سارے سو یکبارگی   سنوار خوب تربت سو مہیار کی
ہوا جیوں عمل سب قبر کا تمام   اٹھیا دفن کرنے کوں شہ نیک نام
شہا دیکھ کر قدرت بے نیاز   کہ عاشق جنازے کا کیتا نماز

منگیا جو قبر میں اتاروں اسے　　دفن کر دینا سوں بساروں اسے
جو دیکھیا جنازے میں مہیار کوں　　تو ہے جفت مل کر سو اس نار سوں
کفن بیچ آکر او چندر بدن　　گلے لگ کے سوتی ہے جوں ایک تن
گلے اس لگے لگ پرت پیار سوں　　پرت مد محبت کی مہیار سوں
جدا ان کو ہر چند کرنے منگے　　کہ دونوں کوں دو ٹھار دھرنے منگے
نکیتے اپس میں جدائی پذیر　　کہ تھے عاشقاں میں یو دونوں بے نظیر
تو یوں لگ اپس میں وو سوتے اتھے　　جدا وو کسی تے نہ ہوتے اتھے
دیکھیا شاہ حیران اس حال کوں　　کیا وو بیچ مدفون اسی حال سوں
کیا جیوں دفن اس رسم سوں تمام　　ختم کر کے کون فاتحہ و کلام
سو منزل کو انپڑا کے مہیار کوں　　نکل شاہ چلیا پھر اسی ٹھار کوں
کئے کام ایسا نہ دیکھیا کنے　　عجب ہو رہے لوگ جتنے جنے
سنیا کوئی نہ اچھے نہ ہوا ہے کہاں　　جو دیکھیا اچھے کوئی پھر کے جہاں
نہ اول نہ آخر نہ ایسا مگر　　جو ہونٹاں میں ہی جیو رہیا تھا بگڑ
مگر جیو مٹھی میں پکڑیا اتھا　　دیا جیو کچ بان یارا نہ تھا
ختم کر مرتب سو فاتحہ کلام　　چلیا واں ستی شہ اپنا نیک نام

سو پھر پھر بہت شاہ روتا گیا — سو بعد از الپس ملک جاتا گیا

سو کرتا چلیا یاد سبحان کا — تماشا عجائب دیکھ اس جان کا

وو ماں باپ سگلے سہیلیاں تمام — سو روتیاں اتھیاں غم میں ہر صبح و شام

سو نگرا اپتی ہور قبیلہ تمام — سگل شہر کے جو اتھے خاص و عام

ہوے بھوت انھیں زور غم تے مگر — سو چند روز سوں سونا پڑیا سب نگر

دنیا تو فنا ہے مقیمی سہی — رہے گی بچن کی نشانی یہی

تو ہر جا کہ بینی بہ سہو و خطا
مرا بد نہ گوید ز بہر خدا

مطبوعہ اعجاز مشین پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن